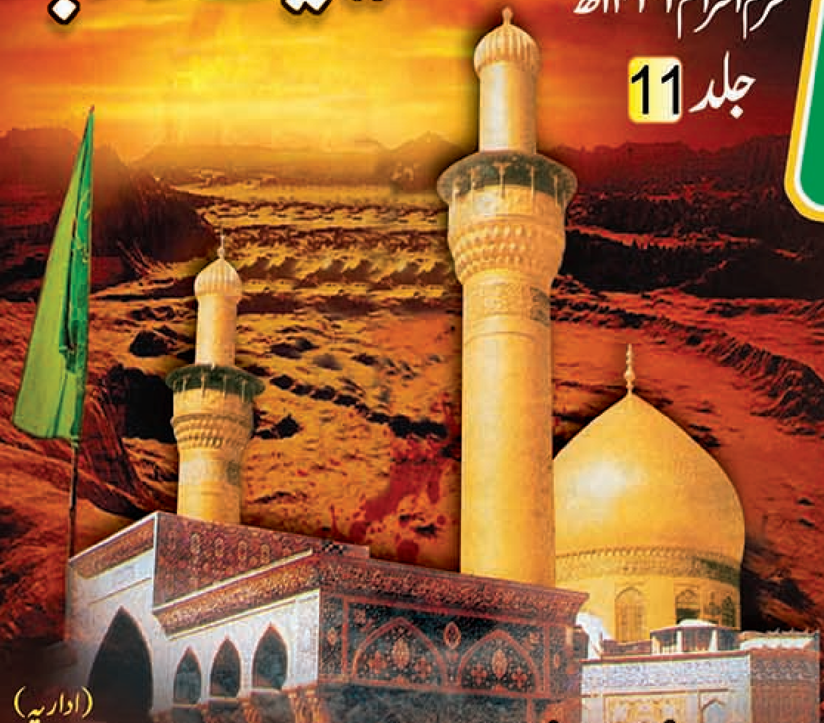
ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان
مجلہ

شمارہ 3
محرم الحرام ۱۴۳۲ھ
جلد 11

حسینیت زندہ باد





توہین رسالت

(اداریہ)
سجدہ امام حسین رضی اللہ عنہ

سن ھجر اور ماہ محرم

فضیلت صبر اور حرمت ماتم

حضور مفکر اسلام اور فیض ملت

کیا یزید قطعی جنتی ہے؟

گلہائے عقیدت

ہندو مذہب اسلام کے کٹہرے میں

فہرست

﴿یارسول﴾

[redacted]

امن و سکون ہو گیا تاراج یارسول
سر تا بہ پا ہوں لطف کا محتاج یارسول
فیض حضور جن و بشر تک ہی ہے کہاں
ہیں مستفیض تیہو و دراج یارسول
ملت کا جسم یوں نہ کبھی زخم زخم تھا
جیسے لہولہان ہے کچھ آج یارسول
امت ہے انتہائے تنزل میں گر گئی
میرے کریم صاحب معراج یارسول
سارے جہاں کا گویا ہے مقصود اب یہی
امت کا اس جہاں سے ہو اخراج یارسول
اک دور تھا کہ سارے جہاں کے امام تھے
سارے جہاں سے لیتے تھے ہم باج یارسول
امت پہ ، ایسی نظر کرم تھی حضور کی
دیتی تھی جس کو چاہتی تھی تاج یارسول
پاؤں میں تھے ہمارے خزانے جہان کے
ہم بانٹتے تھے لعل اور پکھراج یارسول
پر اب یہ حال ہے کہ کوئی پوچھتا نہیں
گویا ہمیں ہیں دہر میں محتاج یارسول
بے شک ذلیل ہو گئے ، قرآن چھوڑ کر
نظروں سے گم ہے آپ کا منہاج یارسول
آسیؔ بنامِ مرشدِ کامل ہے ملتجی
امت پہ پھر ہو نظر کرم آج یارسول

﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس-۶۳

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمۃ الحقیقہ — اداریہ

سجدۂ امام حسین رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (آیت سجدہ ہے)

یعنی اے میرے بندے! تو مجھے سجدہ کر اور میرے قریب آجا

سمجھ یہ آئی کہ بندے کو سجدے میں قرب کا آخری مقام حاصل ہوتا ہے۔ایک بندہ ہی کیا، کائناتِ عالم میں کوئی شے ایسی نہیں جو اسے سجدہ نہیں کرتی۔ کیونکہ اس سے تکمیلِ عبودیت ہوتی ہیں۔قرآن فرماتا ہے۔

لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یعنی آسمانوں اور زمینوں کے اندر جو بھی ہے وہ اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کر رہا ہے

لغتِ عرب میں '' مَنْ '' ذوالعقول کیلئے استعمال ہوتا ہے۔یعنی جتنے عقل والے ہیں، خدائے وحدہٗ کو سجدہ کرتے ہیں۔انسان بھی...... فرشتے بھی......جن بھی......فرشتے بھی......عرشی بھی......افلاکی بھی......لولاکی بھی......نوری بھی......خاکی بھی......سب سجدے میں ہیں اپنے اپنے انداز سے۔نیز فرمایا:

لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

'' مَـــا '' غیر ذوالعقول کیلئے استعمال ہوتا ہے۔یعنی جنہیں عقل نہیں، درخت، پودے، شاخیں، پھول، پھل، جڑیں، ریت کے ذرے، سمندر کے قطرے، سب مقامِ تسجید میں ہیں۔

قرآن پاک میں ۶۴ مقامات پر ربِ کائنات نے سجدے کا ذکر کیا ہے۔تاہم شریعت کا مکلّف ہونے کی بنا پر حضرت انسان سے خصوصیت کے ساتھ اس کا تقاضا کیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ کے پاک بندوں کی راتیں سجود کی نذر ہوتی ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّداًوَّ قِيَاماً (الفرقان:۶۴)

ترجمہ: میرے اصل بندے وہ ہیں جو راتیں سجدے میں گذارتے ہیں

اور وہ بھی ہیں کہ آیاتِ قرآنی سن کر رو رو کر بے حال ہو جاتے ہیں اور سجدوں میں گر پڑتے ہیں۔

اِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِمْ اٰيَاتِ الرَّحْمٰنِ خرو سجدا و بقيه

ترجمہ: جب ان (نیک بندوں) پر رحمٰن کی آیتیں پڑھی جائیں تو رو رو کر بے حال ہو جائیں اور سجدے میں گر پڑیں

یوں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں بڑے بڑے صالحین، عابدین، متقین اور ساجدین ہوئے، جن کے سجدوں کی حرارت نے اسلام کی رگوں میں خون خشک نہیں ہونے دیا۔ تاہم جو سجدہ کربلا کے شہسوار، شہدا کے قافلہ سالار اور امامت کے تاجدار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقدر میں تھا وہ کسی اور کو نصیب نہ ہوا۔

لاکھوں نے سجدے کئے پر تیرا عجب انداز ہے

تو نے وہ سجدہ کیا جس پر خدا کو ناز ہے

اور یہ سجدہ کیوں نہ سجدے کا کمال بنتا کہ اسے سکھانے والے خود رب کے پیغمبرِ اعظم، نبی محتشم، رسولِ مکرم جناب محمد مصطفےٰ ﷺ تھے اور اس پہ استقامت دینے والے شیرِ خدا، تاجدارِ ہل اتی سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور ملکہ فردوسِ بریں شہزادی کونین سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا تھے۔ کائنات کی انہی مقدس ترین شخصیات کے حسنِ تربیت کا فیضان تھا کہ جب یزید جیسا فاسق و فاجر، زانی و شرابی، مفسد و کاذب امامت کا دعویدار بنا (حالانکہ نہ قرآن نے اسے اتھارٹی دی تھی، نہ حدیث نے تائید کی) تو قرآن و حدیث ماننے والے امام پاک اس کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔ نتیجتاً وہ حالات پیدا ہوئے کہ آپ کو محض بہتر نفوسِ قدسیہ کے ہمراہ سخت گرمی کے موسم میں بھوک و پیاس برداشت کرتے ہوئے کربلا کے تپتے صحرا میں خیمہ نشین ہونا پڑا۔ بھائی...... بھتیجے...... بھانجے...... بچے...... احباب...... اعوان...... انصار...... ساتھی...... صحابی...... تابعی...... حافظ...... قاری یکے بعد دیگرے امام پاک رضی اللہ عنہ کے قدموں پر شہادتیں پاتے رہے۔ سب نے دمِ رخصت دل کی زخمی سطح پر ایک نئے داغ کا اضافہ کیا۔

دوسری طرف حرمِ نبوت کی خواتین ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں ہیں۔ آبلہ پا مائیں اور آشفتہ حال بہنیں ہیں۔ ان میں سے کسی کی گود خالی ہو چکی ہے۔ کسی کے سینے سے اولاد کی جدائی کا زخم رس رہا ہے۔ اور وہ بھی ہیں جن کے عزیز از جان بھائیوں، بھتیجوں اور بھانجوں کی بے گور و کفن لاشیں سامنے پڑی ہوئی ہیں۔

اب تنہا ابنِ حیدر کی ذات باقی رہ گئی ہے۔ کبھی بہن کو تسکین دیتے ہیں .... کبھی مائی شہر بانو کو تلقین فرماتے ہیں .... کبھی لاڈلی شہزادیوں کو لاڈ بھری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں...... کبھی نیم جان عابد بیمار کو گلے سے لگاتے ہیں جبکہ ایمان مقتل کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ چنانچہ لشکرِ اعداء کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ آج اللہ کی عبادت کا رنگ نرالہ ہے۔ دوڑ دوڑ کر کبھی میمنہ پر حملہ............ کبھی میسرہ پر حملہ............ کبھی کبھی قلبِ لشکر پر حملہ............ گاجر مولی کی طرف یزیدیوں کو کاٹتے رہے............ گردن اٹھا کے............ سینہ تان کے............ آج امام عالیمقام اپنے نانے مصطفےٰ ﷺ کے دین کو بچانے آئے ہیں

لباس ہے پھٹا ہوا غبار سے اَٹا ہوا   تمام جسمِ نازنیں چھدا ہوا کٹا ہوا

پھر بھی ہزاروں قاتلوں کے سامنے ڈٹا ہوا　　　　یہ کون ذی وقار ہے، یہ کون شہسوار ہے

یہ بالیقیں حسین ہے ، نبی کا نورِ عین ہے

پھر چاروں طرف سے تیروں ، تلواروں اور نیزوں کی بارش.......... تنہا حسین رضی اللہ عنہ اور ۳۲ ہزار کا لشکر .... کب تک لڑتے.......... بالآخر گھائل ہوئے.......... بتیس زخم نیزوں کے، چونتیس گھاؤ تلواروں کے (یا کم وبیش)۔ 9 منٹ تک ظالموں نے آپ کا جسمِ اطہر برچھیوں اور نیزوں پہ معلق رکھا..... پھر آپ فرش زمیں پہ آگرے.......... اب خیال آیا کہ نمازِ عصر کا وقت قریب ہے.......... آخری سجدہ کرلوں.......... نیت باندھی.......... کھڑے ہوئے، کمزور تھے گر پڑے، پھر سنبھلے.......... سنبھل کر اٹھے.......... اٹھ کر گرے.......... سر سجدے میں ہے.......... اللہ اللہ! سب نے اللہ کی بارگاہ میں سجدے کئے ہیں مگر اے حسین رضی اللہ عنہ! جو سجدہ آپ نے کیا، وہ کسی کے پاس نہیں۔ اسی حالت میں یزیدی کم بختوں نے آپ کے سرِ اقدس کو تن سے جدا کردیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ بعد کے حالات بھی کم دلدوز نہیں۔ زبان وقلم میں طاقت کہاں کہ انہیں بیان کرسکیں

حسین رضی اللہ عنہ اگر نہ شہید ہوتا.......... تو آج گھر گھر یزید ہوتا

نبی ﷺ کی سنت عیاں نہ ہوتی .... خدا کے گھر میں اذاں نہ ہوتی

بشر کے چہرے پہ زنگ ہوتا .... انساں کا کچھ اور ہی رنگ ہوتا

حسین رضی اللہ عنہ اللہ کا سپاہی.......... جس کی ٹھوکر میں بادشاہی

حسین رضی اللہ عنہ وہ انقلاب لایا .... بقا کی ایسی کتاب لایا

جس کا عنوان ہے شہادت .... شہید زندہ تا قیامت

مگر افسوس! ہم نے امام عالیمقام رضی اللہ عنہ کے 'ذوقِ سجدہ' سے کچھ نہ لیا۔ سجدہ ونماز ہی دو جہاں میں ہمارا سرمایہ، جان ودل کی پریشانیوں کا علاج اور ہماری عزت وعظمت کا ذریعہ ہے، مگر ہم اس سے غافل ہیں۔ ویڈیو سنٹر آباد، کلب آباد، سینما گھر آباد، میخانے آباد، جواخانے آباد لیکن

؎ مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

'ذوقِ سجدہ' سے محروم ہو کر ہم روز بروز پستیوں کا شکار ہورہے ہیں۔ اپنے خدا جل جلالہ اور اپنے مصطفےٰ ﷺ کے دروازے کو چھوڑ کر امریکی ویورپی فرعونوں اور برطانوی وہندی کتوں کے ہاں رسوا ہورہے ہیں۔ اپنے سچے رسول ﷺ سے بے وفائی کرکے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ ہم کبھی دنیا بھر کے مسکینوں، فقیروں، غلاموں اور مظلوموں کی پناہ گاہ تھے، آج اپنے ازلی دشمنوں کو پناہ گاہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ سچ فرمایا تھا حکیم الامت نے

؎ یہ اک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

ہمارا عروج تھا تو حکومت کا سربراہ مسجد میں امامت بھی کرتا تھا، اب زوال ہے تو عموماً وہی سربراہ بنتا ہے جو 'امامت' کجا، نماز ہی سے محروم

ہے بلکہ نماز کے مالک سچے رب سے بھی تعلق عموماً عید کے عید جڑ تا ہے۔ وہ بھی اسلئے کہ یہ خبر میڈیا اور اخبارات کی زینت بن سکے کہ "صدر مملکت یا وزیر اعظم نے فلاں مسجد میں نماز عید ادا کی اور نمازیوں سے گلے ملے"۔ آپ یقین کریں کہ اگر ان لوگوں کو میڈیا کا ڈر نہ ہو تو یہ عید کے روز بھی "جمہوریت کے فروغ" اور "آئین کی بحالی" جیسی (خود ساختہ) "عبادات" ہی سرانجام دیں۔

سطوتِ توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہو گئیں

اور

وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ اٹھتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

آج امریکی شہ پر چن چن کران لوگوں کو مسندِ اقتدار پہ بٹھایا جارہا ہے جن کا اسلام، قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ کے ساتھ رویہ معاندانہ و باغیانہ ہے۔ صدارتی نشست پہ وہ 'زردار' 'گدھا' بیٹھا ہے جو بیرونی دباؤ پر گستاخِ رسول ملعونہ آسیہ 'بی بی' کو بیرونِ ملک فرار کرانا چاہتا ہے۔ گورنری مسند پہ وہ 'بندر' ناچ رہا ہے جس کی 'تحقیق' کے مطابق اس ملعونہ نے کوئی جرم نہیں کیا یعنی توہین رسالت اس کے نزدیک جرم ہی نہیں اس 'خبیث' سے کوئی پوچھے کہ تیرے پیٹ میں کیوں مروڑ اٹھے کہ تو بھاگم بھاگ جیل گیا اور خود اس ملعونہ سے معافی کی اپیل کے پلندے پہ دستخط کرالایا۔ گویا عدالتی فیصلے کچھ معنی نہیں رکھتے، آئندہ سچ وہ ہوگا جو گورنر کی 'تحقیق' کے مطابق سچ ہوگا۔ ہمارے وزیر اعظم جو 'گیلانی' بھی ہیں 'پیرزادے' بھی ہیں، انکی غیرت وحمیتِ رسول کہاں گئی۔ ادھر وکیلوں کو نہ جانے کیا ہوگیا ہے کہ جو 'نسانیت زدگی' کا شکار ہو گئے اور انہیں لاتعداد مرد وکیلوں میں بار کی صدارت کی اہل ایک 'منحوس' عورت عاصمہ جہانگیر نظر آئی جو ایک عرصے سے توہین رسالت کے قانون کو ختم کرانے کیلئے پر تول رہی ہے۔ ایسی صورتحال میں سب سے بھاری ذمہ داری جناب حامد سعید کاظمی صاحب پہ عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ 'وفاقی وزیر مذہبی امور' ہیں نیز غزالیِ زماں رئیس العلماء حضرت علامہ احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے لختِ جگر ہیں جو اپنے دور کے شاید سب سے بڑے عالم دین تھے۔ مگر غیرت ومحبتِ رسول کے حوالے سے اپنی ذمہ داریوں سے سب سے زیادہ تغافل کا شکار بھی وہی ہیں۔ نیز ان کے والدِ محترم رحمۃ اللہ علیہ نے پیپلز پارٹی کی حکومت کے خلاف تحریک میں باقاعدہ حصہ لیا تھا۔ یہاں تک کہ 'جیالوں' نے ان کی جان لینا چاہی، مگر قبلہ اپنے پروانوں کی بدولت محفوظ رہے۔ آج اسی پیپلز پارٹی میں رہ کر جناب اپنے والد گرامی کے افکار سے انحراف کر کے بدنامی کے داغ لگوا رہے ہیں۔ خدا کرے حج کرپشن کے حوالے سے جو الزامات ان پر لگے ہیں جھوٹے ثابت ہوں تاہم جتنی ان پر بیت چکی یہ ہمارے لئے بھی تکلیف دہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ تمام لوگ جو ملکِ عزیز میں آج ذاتی مفادات کیلئے گویا 'حالت جنگ' میں ہیں، یا خدا اور رسول کے قوانین سے انہیں کوئی سروکار نہیں، ان کا خدا عزوجل، رسول ﷺ، خاندانِ رسول کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ امام پاک اور ان کے اصحاب نے سب کچھ قربان کر کے بھی اسلام کو بچایا تھا، یہ ملکِ عزیز سے سب کچھ لوٹ کر بھی مطمئن نہیں، اور نفاذِ اسلام کے معاملے سے تو ان کا سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اللہ کریم اپنے محبوب کریم ﷺ کے طفیل ہماری حفاظت فرمائے اور امامِ عالیمقام رضی اللہ عنہ کے 'ذوقِ سجدہ' سے کچھ لینے والے حکمران ہمیں عطا فرمائے۔ آمین۔

﴿حسینیت زندہ باد﴾

﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الــــــــــــہ است حسین

(حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہٗ)

(حضرت امام حسین علیٰ جدہٖ وعلیہ السلام اہل محبت کے بادشاہ اور اہل شہادت کے تاجدار ہیں۔ آپ کی سیرت مقدسہ دین کی تفسیر اور آپ کی ذات پاک دین کیلئے پناہ گاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کربلا کے میدان میں آپ نے سر تو دے دیا مگر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس کی بیعت نہ کی۔ حق یہ ہے کہ توحید کا یہ عملی تقاضا تھا جو نواسہء رسول علیٰ جدہٖ وعلیہ السلام نے کربلا کے میدان میں پورا کر دیا)۔

یہ چار مصرعوں کا نذرانہء عقیدت ہے جو لاکھوں مشرکوں کو توحید آشنا کرنے والے ہزاروں مشائخ کے پیر سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ العزیز نے نور نور اللہٗ، شیر شیر خدا اور خیر خیر النسا شہزادہ گلگوں قبا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہٗ کی بارہ گاہ میں پیش کیا ہے۔ (علیٰ جدہٖ وابو یہ و اخیہ وعلیہ وبارک وسلم) آپ کی بے مثال قربانی پر اسلام اور اہل اسلام جتنا ناز کریں کم ہے کہاں مدینہ منورہ کی سکون بخش بہاریں، اور کہاں مکہ معظمہ کی لاہوتی فضائیں اور کہاں دشت نینوا کی ریت اور جھلسا دینے والی ہوائیں۔ نہ کوئی مصلحت آپ کے آڑے آئی، نہ کسی کے رعب یا لالچ نے آپ کے پائے استقلال میں ڈگمگاہٹ پیدا کی۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ رجب کی ستائیسویں رات تھی جب حضور سرورِ کون ومکاں، مالک چنین وچناں حضور احمد مجتبیٰ، محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا، مکہ معظمہ سے اپنے رب کے دیدار کیلئے لامکاں کی طرف سفر معراج پر روانہ ہوئے تھے اور پھر یہی رات تھی جب حبیب خدا شہ دوسرا نبی اعظم اور رسول معظم ﷺ کا نواسہ رضی اللہ عنہٗ مدینہ منورہ سے حالات کو پرسکون دیکھنے کی تمنا میں مکہ معظمہ کی طرف عازم سفر ہوا۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ذوالحجہ کو جب حجاج قربانی کے جانور لے کر مکہ معظمہ سے منیٰ مقدسہ کی طرف نکلتے ہیں۔ ملت اسلامیہ کا شہید اعظم علی اکبر، علی اصغر، عون ومحمد (رضی اللہ عنہم) کو ساتھ لے کر میدان کربلا کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت حکیم الامت علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

ســرِ ابــراہیـم و اســمـعیـل بـود
یـعـنـی آں اجـمـال را تـفـصـیل بـود !

مقصد یہ کہ ابراہیم علیہ السلام منیٰ کی طرف اپنے لخت جگر کو قربان کرنے کیلئے جارہے تھے اوران کے لخت جگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام قربان ہونے کیلئے جارہے تھے مگر شہسوار کربلا (رضی اللہ عنہ) کی طرف دیکھئے خود حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح قربان ہونے کیلئے جارہے ہیں اور بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں اور دوسرے جانثاروں کو قربان کرنے کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام طرح جارہے ہیں۔خوب فرمایا حضرت اقبال نے

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم

نہایت اس کی حسین ، ابتدا ہے اسمٰعیل

یقیناً معرکہ کربلا حق و باطل کی جنگ تھی۔حق کی پاسبانی کا فریضہ رسول حق ﷺ کا نور نظر اوراس کے ساتھی سرانجام دے رہے تھے اور باطل کی علمبرداری یزید ابن زیاد، ابن سعد، شمر اور خولی جیسے ملعون کررہے تھے۔بعض لوگوں نے جو اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے خواہ مخواہ کا بغض رکھتے ہیں۔اسے اقتدار کی جنگ قرار دینے پر زور دیا ہے۔مگر ہر باشعور اور غیر جانبدار انسان اگر چہ وہ مسلمان بھی نہ ہو، جب واقعہء کربلا پر غور کرتا ہے تو اسے تاریخ انسانیت کی بے مثال قربانی قرار دیتا ہے، اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو اسلام کی حقانیت کی دلیل گردانتا ہے۔حق یہ ہے اسلام ہی نے انسانیت کی پاسبانی کی اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بے مثل قربانی اسلام ہی کیلئے نہیں ساری انسانیت کے لئے باعث فکر اور سرمایہء ناز ہے۔اسی لئے وہ لوگ جو اگر چہ مسلمان نہیں مگر پھر بھی تاریخ کے مطالعے نے ان کے فکر ونظر میں وسعت پیدا کردی ہے، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں دل کھول کر نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔

مسٹر جے آر۔رابنس (ایک عیسائی مفکر) لکھتا ہے۔

میری زندگی کا بیشتر حصہ تاریخ کے مطالعے میں گزرا ہے مگر جو کشش اور مظلومیت مجھے تاریخ اسلام کے اس باب میں نظر آئی جو حسین اور کربلا سے متعلق ہے، وہ کہیں نہیں دیکھی۔مسلمانوں کے پاک نبی (ﷺ) کے وصال کے بعد ان کے نواسے نے جو عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا وہ اسلامی تعلیم کی صداقت اور حسین کی عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے.................انھوں نے جو کچھ کیا، خدا کیلئے کیا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان سے پہلے اور ان کے بعد اب تک شہیدوں میں کوئی ان کے ہم پلہ نہیں گزرا۔

کیپٹن ایل۔ایچ نیلٹ فرماتے ہیں

”حسین نے جام شہادت پی کر اسلام کو صفحہء ہستی سے محو ہونے سے بچالیا“.......................

شب عاشورہ آپ نے تمام انصار ورفقاء کو جمع کیا اور نہایت پردرد لہجے میں ایک طولانی تقریر فرمائی جس میں بعد از پند ونصیحت آپ نے فرمایا کہ سخت سے سخت مصیبت کا سامنا ہے میں تم سب کو متنبہ کردیتا ہوں بعد ختم تقریر آپ نے وہ کام کیا جس کی نظیر صفحہء عالم میں ملنا ناممکن ہے اور جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو انسانی کمزرویوں کا کس قدر احساس تھا اور کس درجہ آپ سخی اور رقیق القلب تھے۔جذبہء ایثار آپ میں کس حد تک موجود تھا۔آپ نے فرمایا خیموں کے تمام چراغ گل کردیئے جائیں اور جس کا جی چاہے وہ اس دروازے سے چلا جائے میں نے اپنی بیعت تم سے اٹھائی ہے۔دوسرے دن جب سپیدۂ سحر آسمان پر ہویدا ہوا تو سب کے سب بہتر ۷۲ جانثار جام شہادت پینے پر کمر بستہ نظر آئے“۔

مسٹر جے۔اے یسمین سابق آنریری سیکرٹری انڈین کرچین ایسوسی ایشن وسابق سپیشل مجسٹریٹ آگرہ کا بیان سنئے

حسین کی قربانی قوموں کی بقااور جہاد آزادی کیلئے ایک ایسی مشعل ہے جو ابدالآباد تک روشن رہے گی۔حسین کی شہادت شکست نہیں بلکہ اسلام کی نہ مٹنے والی فتح ہے۔اسلام اس گراں قدر قربانی پر فخر کرتا ہےاور کرتا رہے گا۔خوش بخت ہے وہ قوم جسمیں حسین ایسا جانباز مجاہد پیدا ہوا۔

کردیا خون شہادت سے زمیں کو لالہ رنگ
یوں ہی ملتی آئی ہیں اسلام کی آزادیاں

بابو پرشوتم داس ٹنڈن سابق سپیکر یوپی اسمبلی (ہندو) فرماتے ہیں

''اتنی بلند قربانی نے جیسی کہ امام حسین نے پیش کی ہے۔انسانیت کو حد درجہ بلند کردیا ہے۔ان کی یادگار منانے اور قائم رکھنے کے قابل ہے''۔

فراق گورکھپوری (مشہور ہندو شاعر) کا نذرانہ عقیدت

کیا صرف مسلمان کے پیارے حسین
چرخ نوع بشر کے تارے ہیں حسین
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو!
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

پنڈت گوپی ناتھ امن دہلوی کا نقطہ نظر

''اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شکست کس کی ہوئی۔اسے دو فقروں میں کہا جا سکتا ہے کہ حسین کے جسم کی اور یزید کے ارادوں کی۔ظاہر بین اسے حسین کی شکست کہیں تو کہیں،چشم حق بین اسے حسین کی فتح کہے گی''۔

حسین ابن علی کو سلام..................جو دلیر ہو کر بھی منکسر المز اج تھا
حسین ابن علی کو سلام..................جس نے اسلام کو داخلی خطروں سے بچالیا
حسین ابن علی کو سلام..................جس نے اپنی جان دے کر انسانیت کا پیغام دنیا کو دیا۔

ڈاکٹر رادھا کمار مکرجی صدر شعبہ تاریخ لکھنو یونیورسٹی کا فیصلہ

''امام حسین حق کا غیبی شعلہ بنکر چمکے،جس میں نور ہی نور تھا،پھیلاؤ اور حرات بھی۔ان کی شجاعت کی حرارت نے ان کے دشمنوں کو جلا جلا کر خاک کردیا۔ان کی بے مثال شخصیت کا نور آج بھی خیال کی دنیا روشن کئے ہوئے ہے۔..........................

اصولوں کی پیروی میں ایسی زبردست قربانی تاریخ میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔امام حسین رضی اللہ عنہ انسانیت کے ایک بڑے ہیرو ہیں۔

پروفیسر بشمر ناتھ سکسینہ ایم اے (سندھ)

''کاش میرے ہندو بھائی غور کریں اور دیکھیں کہ وہ مذہب کیسے باطل ہو سکتا ہے۔جس کے پرستاروں میں

یہ روح کارفرما ہے کہ اپنی جان دے کر اپنے مذہب کی صداقت ثابت کرتے ہیں اور جس کے معمولی پیرو ہی نہیں بلکہ اس کے اکابر، بانی مذہب کے نواسے اور دوسرے رشتہ دار تک وقت آنے پر قربانی سے دریغ نہیں کرتے"۔

پنڈت چندر کا پرشاد جگیاسو:

ایک ایسا انمول ہیرا ہے جسے جس پہلو سے دیکھو بے عیب وبیش قیمت ہے۔ حسین وہ خوشنما گلاب ہے جس کا ہر جزو اپنی خوبصورتی اور خوشبو سے دل کو کھینچ لیتا ہے۔ حسین ایک ایسا کھرا سونا ہے جسے جتنا پرکھا جائے خوش رنگ نکلتا آئے گا۔ حسین وہ روز روشن آفتاب ہے جس میں ہر رنگ موجود ہے۔

دستور کیخسر ومہیار کنور (پیشوائے اعظم فرقہ پارسی):

اگر شہید عظم حسین کی قربانیاں نہ ہوتیں تو دنیا اخلاق مذہب صداقت سے نا آشنا رہتی۔ دنیا شہداء کی ممنون ہے جنھوں نے موت کو ذلت پہ ترجیح دی۔ امام حسین ان شہداء کے سردار ہیں جنھوں نے انسانیت کی خدمت کیلئے جان دی۔

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر دہلوی نے تاجدار کربلا کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے ایک خوبصورت وطویل نظم لکھی ہے۔ ہم اس کے صرف دو بند ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

گلشن صدق و صفا کا لالہ رنگیں حسین — شمع عالم، مشعل دنیا چراغ دیں حسین
سرسے پا تک سرخیء افسانہ خونیں حسین — جس پہ شاہوں کی خوشی قربان وہ غمگیں حسین
مطلع نور مہ و پرویں ہے پیشانی تری
باج لیتی ہے ہر اک مذہب سے قربانی تری

بارش رحمت کا مژدہ، باب حکمت کی کلید — روزِ روشن کی بشارت، صبح رنگیں کی نوید
ہر نظام کہنہ کو پیغام آئین جدید!! — اے کہ ہے تیری شہادت اصل میں مرگِ یزید
تیری مظلومی نے ظالم کو کیا یوں بے نشاں
ڈھونڈتا پھرتا ہے اس کی ہڈیوں کو آسماں

جوش ملیح آبادی آوارہ مزاج، دہریہ انداز فکر کا حامل تھا، اس کے باوجود کہتا ہے۔

یہ صبح انقلاب کی جو ہر طرف ہے ضو
یہ مچل رہی ہے صبا، پھٹ رہی ہے پو
یہ جو چراغ ظلم کی تھرا رہی ہے لو
درپردہ یہ حسین کے انفاس کی ہے رو

یہ حق کے جو چھڑے ہوئے ہیں ساز دوستو

یہ جو بھی اسی جرس کی ہے آواز دوستو!

دیکھا آپ نے نواسہء رسول جگر گوشہ بتول سیدنا امام پاک علیٰ جدہ وامہ وعلیہ السلام نے جو عظیم و بے مثل قربانی دی، خداوند کریم اس کا بول بالا کس طرح کر رہا ہے اور غیر بھی اسے کس کس انداز میں حقانیت اسلام کی ایک عظیم دلیل قرار دے رہے ہیں۔ ہم نے یہاں جان بوجھ کر حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کے سوا کسی مسلمان بزرگ یا محدث یا شاعر کا حوالہ نہیں دیا، ایک تو خواجہ کی بات سب کی بات ہے، دوسرے اس لئے کہ عربی کہاوت ہے۔

" الفضل ما شهدت به الا عداء" ...... (بزرگی وہ ہے جس کی دشمن بھی گواہی دیں)

یقیناً یہ ہماری خوش بختی ہے کہ ایسی عظیم شخصیت کا تعلق ملت اسلامیہ سے ہے، جس پر شہادت کو، اسلام کو بلکہ پوری ملت کو ناز ہے، نہیں، بلکہ امت کے والی حضور سرور دوسرا علیہ التحیۃ والثناء کو بلکہ ان کے رب جلہ جلالہٗ کو ناز ہے۔ ان کی قربانی اسلام کی حفاظت کیلئے تھی۔ سو وہ محفوظ ہو گیا بلکہ مضبوط ہو گیا، تیرہ چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود اپنے بیگانے جب اس شہادت عظمیٰ کو اسلام کی صداقت کی دلیل ٹھہرا رہے ہیں تو اس سے زیادہ کسی قربانی کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔ مگر افسوس! ایک اعتبار سے ہم بدقسمت بھی ہیں کہ ہم نے اس کی کوئی قدر نہیں کی، اس میں کیا شک ہے کہ یزیدی فوج کی آنکھیں حرص و ہوس نے بند کر رکھی تھیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی کہ جس نبی اکرم و اُخم و اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں، اسی کے نور، اسی کی شبیہ، اسی کی جان پر تیغ و خنجر کے وار کر رہے ہیں۔

ایک طرف ایمان ہے،	دوسری طرف کفر،
ایک طرف کلمہ ہے	دوسری طرف الحاد
ایک طرف جنت ہے	دوسری طرف دوزخ

یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہ امام پاک اور ان کے ساتھیوں کو تہ تیغ کرنا چاہتے ہیں اور پھر کر بھی دیا تو یقیناً انھوں نے گھاٹے کا سودا کیا اور اس کا انجام سوا دو جہان کی لعنت و رسوائی کے کیا ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کربلا ایک آئینہ ہے جس میں ہم بڑی آسانی سے اپنا افکار و کردار کی شکل بھی دیکھ سکتے ہیں۔ مثلاً ہم اگر اسلام کی حفاظت کیلئے تن، من، دھن کی قربانی کے سچ مچ تیار ہیں تو حضور سیدنا امام پاک علیہ السلام کے سچے غلام ہیں۔ سنیئے قرآن پاک کی وعید

" ان الذين يحبون ان تشيع الفا حشة فى الذين امنو الهم عذاب اليم فى ا لد نيا والاخرة ط والله يعلم وانتم لا تعلمو ن ○ (النور......۱۸)

ترجمہ: بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ پھیلے بےحیائی ان لوگوں میں جو ایمان لائے ہیں (تو) ان کیلئے دردناک عذاب ہے، دنیا اور آخرت میں، اور اللہ تعالیٰ (حقیقت کو) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔ (ضیا القرآن)

کیا یزید قطعی جنتی ہے؟

نباضِ دوراں جناب حضرت علامہ ابوابراہیم مدنی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یزید کو جنتی ثابت کرنے والی حدیث پر بحث ونظر

بہت سے لوگ وہابیوں دیوبندیوں میں خواہ مخواہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو نعوذ باللہ غلط کار اور باغی کے ناپاک الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں یزید ناپاک کو اچھالنے کی کوشش کرتے ہیں میں اللہ تعالی کی توفیق سے حدیث پاک کی روشنی میں کچھ عرض کرتا ہوں نبی کریم ﷺ نے بہت سی احادیث میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام لیکر فضائل بیان کئے ہیں ان میں سے دو تین احادیث برکت کے لئے اور اس کے ساتھ یہ بھی متعین ہو جائے کہ وہ کونسی ہستی ہے جس کے مقابلے میں یزید کا نام لیا جاتا ہے اور اسے بڑا بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿اللهُمَّ إنِّي أُحِبُّهُ فَأحِبَّهُ وَأحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ﴾ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس کو محبوب بنالے اور جو اس سے پیار کرے اس کو بھی محبوب بنالے۔ (بخاری و مسلم ترمذی ۳۷۶۹ مشکوۃ حدیث ۶۱۴۳)

یہ ہے مقام امام عالی مقام کا حدیث میں اب میں تمام ذریت یزید کو للکارتا ہوں اور ان سے پوچھتا ہوں ہے کوئی ماں کا لعل جو ایسی حدیث یزید کے متعلق پیش کرے "کہ میں یزید سے پیار کرتا ہوں،، قیامت تک کوئی ایسی حدیث پیش نہیں کر سکتا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿حسينٌ مِنّي وانا مِنْ حُسينٍ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا﴾ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اللہ اس کو محبوب بنالیتا ہے جو حسین سے پیار کرے (ترمذی ۳۷۷۵ مشکوۃ حدیث ۶۱۶۹) کمال قرب ظاہر کرنے کے لئے کہ مجھ میں اور حسین میں کوئی فاصلہ نہیں ہمارے دونوں کے تعلق میں واسطہ کوئی نہیں ہے کوئی ماں کا لعل جو ایسی حدیث یزید کے متعلق پیش کرے صبح قیامت طلوع ہو جائے گی مگر یزید کے بارے میں ایک ایسی حدیث پیش نہ کر سکے گا نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿إنَّ الحَسَنَ والحُسُينَ هُمَا رَيْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْيا﴾ بے شک حسن اور حسین میرے دنیا کے دو پھول ہیں۔ (ترمذی ۳۷۷۰)

﴿إنَّ الحَسَنَ والحُسُينَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ﴾ بے شک حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی ۳۷۸۱)

ہے کوئی ماں کا لعل جو ایسی حدیث یزید کے متعلق پیش کرے صبح قیامت طلوع ہو جائے گی مگر یزید کے بارے میں ایک ایسی حدیث پیش نہ کر سکے گا آ جا کے ان کے پاس بخاری کی ایک ضعیف روایت ہے جس میں وہ بے جا طور پر لٹکے ہوئے ہیں اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں اس روایت کے بل بوتے پر وہابی مولوی ابو یزید بٹ نے ایک کتاب لکھی "رشید ابن رشید" اس پلید کو یزید سے اتنی محبت ہے کہ اپنے بیٹے کا نام یزید رکھا اس کتاب کے ٹائٹل پر لکھا "امیر المؤمنین سیدنا ومولانا یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ وصلی اللہ علیہ واحسن الجزاء" ایسے لگتا ہے جیسے پلیدوں نے یزید کا کلمہ پڑھا ہوا ہے۔ اس طرح کے پاک لوگوں کے القاب اور اس طرح کے سابقے اور لاحقے لگا کر یزید کا پاک اور کامیاب ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ اوصاف نیک لوگوں

کے اوصاف ہیں مگر یزید کو پاک لوگوں سے کیا تعلق۔ یہ کتاب علماء دیوبند کے پاس بھیجی گئی ان میں سے ایک وہابی خبیث نے کہا'' کہ مجھے اپنے باپ کے جنتی ہونے میں تو شبہ ہوسکتا ہے مگر یزید کے جنتی ہونے میں کوئی شبہ نہیں یزید قطعی جنتی ہے''

قطعی وہ ہے جس میں کوئی شک نہ ہو جب وہابی کسی ناروایات کی حمایت پر اتر آتے ہیں تب وہ اسلام کے تمام قواعد اور شریعت کے تمام اصول بھول جاتے ہیں ورنہ وہ خود اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں: کہ کسی بات کا قطعی ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یا تو اس کے لئے محکم آیت ہو یا رسول اللہ ﷺ کی متواتر اور محکم حدیث ہو۔ متواتر وہ حدیث ہوتی ہے جس کے روایت کرنے والے راوی ہر طبقہ میں اتنے زیادہ ہوں کہ جن کا جھوٹ پر اکٹھا ہونا محال ہو ایک یا دو تین صحابیوں کی روایت کردہ حدیث متواتر نہیں ہوسکتی۔

دس لاکھ کا چیلنج: شیخ القرآن والحدیث مناظر اہل سنت مولانا مفتی اشرف القادری محدث نیک آبادی آف گجرات فرماتے ہیں:

میں چیلنج کرتا ہوں دنیائے وہابیت کو کہ لاؤ وہ قرآن کی کوئی آیت یا رسول اللہ ﷺ کی کوئی متواتر محکم حدیث دکھاؤ جس کے اندر یزید کا جنتی ہونا لکھا ہوا ہو، اگر آپ لے آئیں تو میں دس لاکھ تمہاری خدمت میں پیش کروں گا۔ مگر شرم ہے کہ آنے کا نام نہیں لیتی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿ اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ ﴾ جب تو بے شرم اور بے حیا ہو جائے تو جو چاہے کر (بخاری) یعنی جب حیا ختم ہو جائے تو پھر حلال وحرام، حق و باطل، سچ اور جھوٹ کی واقعی پرواہ نہیں ہونی چاہئے کہ یہ ساری باتیں تو ہوتی ہی حیا والوں کے لئے ہیں اور تم میں حیا ہے ہی نہیں اور جس میں حیا نہ ہو اس میں ایمان بھی نہیں ﴿والحیاء شعبة من الایمان﴾ (انشاء اللہ قیامت تک کوئی ایسی دلیل نہیں لا سکتے اور آج کے جو وہ دکھاتے ہیں اپنے باپ کے متعلق۔ اس روایت کو بھی وہ توڑ موڑ کر پیش کرتے ہیں لکھتے ہیں کہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ یزید جنتی ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ بخاری کی روایت کے اندر نہ یزید کا نام ہے نہ جنت کا نام نہ یزید کے جنتی ہونے کا نام بخاری میں تو یہ ہے ہی نہیں اگر کوئی دکھادے تو میں اس کے لئے بھی دس لاکھ کا اعلان کرتا ہوں۔ صحیح بخاری تو کیا حدیث کی کسی کتاب کے اندر بھی دکھادے مگر شرط یہ ہے کہ وہ حدیث صحیح ہو اور قوی الاسناد ہو۔

بخاری کی حدیث کی وضاحت

اب میں اس حدیث کی طرف آتا ہوں یہ حدیث صرف ایک صحابی نے بیان کی ہے یہ حدیث غریب ہے لہذا یہ متواتر نہیں ہوسکتی خبر واحد ہے اور خبر واحد اگر صحیح بھی ہو تو اس سے کوئی قطعی مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا چہ جائکہ حدیث ہو ہی ضعیف۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿اوّلُ جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفورا لھم﴾ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔ (بخاری) اس حدیث میں نہ یزید کا نام ہے اور نہ جنتی ہونیکا۔ اللہ جھوٹوں کو ہدایت دے۔

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے اس حدیث کی سند یہ ہے

حدثنا اسحاق بن یزید الدمشقی حدثنا یحی بن حمزة قال حدثنی ثور بن یزید عن خالد بن معدان

اس حدیث کا دوسرا راوی یحی بن حمزة دمشقی ہے

اس کے متعلق حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ابن معین نے کہا یہ قدری ہے۔ تہذیب التہذیب ۱۱/۲۰۰

اس حدیث کا تیسرا راوی ثور بن یزید کلاعی حمصی ہے

اس کے متعلق حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ابن سعد نے کہا یہ قدری ہے ثور جب بھی حضرت علی کا ذکر کرتا تو کہتا میں اس شخص کو پسند نہیں کرتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب ۲/۳۳-۳۵)

امام احمد بن حنبل نے کہا کہ ثور بن یزید قدری ہے اور اس کو اہل حمص نے نکال دیا تھا اور اس کے گھر آگ لگادی تھی کیونکہ یہ مسئلہ تقدیر میں کلام کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال ۱/۱۵۱)

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس سند کے تمام راوی حمص اور دمشق کے ہیں اور اُس علاقہ میں ایسے لوگ تھے جو خاندانِ بنوامیہ کے چاہنے والے تھے اور حضرت علی کے مخالف تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کے بعض راوی قدری یعنی منکر تقدیر تھے اور بعض راوی ناصبی یعنی اہل بیت کے مخالف تھے اور حدیث صحیح کی شرط یہ ہے کہ اس کا روایت کرنے والا بدعقیدہ اور بدعتی نہ ہو تو یہ روایت اصولِ درایت پر صحیح نہیں ہے۔

اس تحقیق سے واضح ہوگیا کہ اس حدیث کی سند میں چونکہ بعض راوی قدری اور ناصبی تھے اس لئے یہ حدیث غیر صحیح ہے لہٰذا اس حدیث سے یزید کی مغفرت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

اگر اس حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی اس حدیث سے یزید کی مغفرت پر استدلال صحیح نہیں ہے۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ پندرہ ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر حمص روانہ کیا اور بعد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں شامل ہوگئے۔ سخت سردیوں کے موسم میں مسلمانوں نے حمص کا محاصرہ کرلیا۔ سردیوں کے اختتام تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ بالآخر حضرت ابوعبیدہ نے حمص فتح کرلیا۔ (البدایہ والنہایہ ۷/۵۲، الکامل فی التاریخ ۲/۳۴۲)

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ حامیانِ یزید کا اس حدیث سے یزید کی مغفرت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اول تو یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

ثانیاً برتقدیرِ تسلیم اس حدیث کی بشارت کے مصداق ۱۵ ہجری کے مجاہدین ہیں یعنی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء جنہوں نے پہلی بار مدینہ قیصر یعنی حمص پر حملہ کیا اور اس کو فتح کیا اور سن باون میں جنہوں نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا وہ پہلی بار مدینہ قیصر پر حملہ کرنے والے نہ تھے اور نہ اس بشارت کا مصداق تھے۔ (شرح مسلم سعیدی ۳/۶۳۰)

شیخ الحدیث والتفسیر مفتی اشرف القادری محدث نیک آبادی (گجرات) فرماتے ہیں:

(۱) اس حدیث کے اندر جو راوی ہیں وہ محدثین کے اتفاق سے ناصبی اور قدری ہیں ناصبی اہلبیت کے دشمن کو کہتے ہیں اور محدثین کا قاعدہ ہے کہ حدیث کو روایت کرنے والا اگر بدمذہب ہو تو تین شرطوں کے ساتھ اس کی روایت قبول کرنے کی اجازت ہے (۱) اس کی بدمذہبی اس کو کفر تک نہ لے گئی ہو (۲) اپنے مذہب کے اعتبار سے وہ متقی پرہیزگار رہو اس کو جھوٹ کی عادت نہ ہو اور دماغ اس کا تندرست ہو (۳) جس حدیث کو وہ بیان کرے وہ حدیث اہل سنت کے خلاف اس کی بدمذہبی کو تقویت پہنچانے والی نہ ہو۔

یزید شام میں تھا اس حدیث کے پانچ راوی ہیں اور پانچوں شامی ہیں۔ ثور بن یزید اور یحی بن حمزہ قدری اور ناصبی یعنی بدمذہب ہیں اہل سنت کے ساتھ بغض رکھتے ہیں اور اگر اس حدیث میں یزید کی کوئی منقبت ثابت ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ حدیث ناصبیوں اور قدریوں کی بدمذہبی کو تقویت پہنچا رہی ہے اور بدمذہبوں کی بیان کی ہوئی حدیث ان کی بدمذہبی کو تقویت پہنچا رہی ہو تو ان کی یہ روایت باجماع محدثین حجت نہیں ہوتی۔ اٹھا کر پھینک دو باہر کہ نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے اسی طرح یہ حدیث باجماع محدثین مردود و مطرود ہے یہ حدیث معتبر نہیں نہ رہے بانس نہ بجے بانسری

(۲) وہ کہتے ہیں کہ یزید نے قسطنطیہ پر حملہ لہٰذا یہ حدیث یزید پر فٹ آتی ہے۔ قسطنطنیہ قیصر کا شہر تھا میں کہتا ہوں کہ سوچ سمجھ کر جواب دو اس حدیث میں قسطنطیہ کا کوئی نام نہیں صرف مدینۃ قیصر کا ذکر ہے اب قیصر کا شہر کون سا ہے؟ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے۔ جسطرح ایک بہت بڑی مملکت ہوتی ہے کئی اسٹیٹس اس مملکت کے ہوتے ہیں تو ہر اسٹیٹس میں اس کے گھر بنائے جاتے ہیں کہ جب بادشاہ آئے گا تو وہ اس میں آرام کرے گا یہ بہت بڑی سلطنت تھی۔ ادھر یورپ تک ادھر عرب ملک شام تک تو مملکت کے اندر تر کیا بھی آتا ہے قیصر کا جو سب سے بڑا شہر تھا وہ تھا روم جو کہ آج کل اٹلی کا دارالخلافہ ہے جہاں وہ مستقل رہتا تھا ترکیا کے اندر بھی اس کا ایک شہر تھا قسطنطنیہ اس زمانے میں یوروشلم اسرائیل تھا نہ فلسطین نہ اردن نہ لبنان

سارے کا سارا شام ہی کہلاتا تھا شام کے اندر اس کے دو شہر تھے حمص اور دمشق اب یہ کتنے ہو گئے چار روم، قسطنطیہ، حمص اور دمشق اب انہیں کیسے پتہ چل گیا کہ حدیث پاک میں اس سے مراد قسطنطیہ ہے روم، حمص یا دمشق نہیں کیا ثبوت ہے دلیل لاؤ هاتوا برهانكم ان کا یہ پوائنٹ بھی بے دلیل ہے اور شک ہو گیا ایک کے مقابلے میں چار کا جب اتنا شک پایا گیا تو ان کی بات غیر معتبر ہو گئی۔

مَغْفُورًا لَّهُمْ (ان کی بخشش ہو گئی) سے یزید کے قطعی جنتی ہونے پر استدلال: مَغْفُورًا لَّهُمْ کا مطلب ہے ان کے سابقہ گناہ بخش دیئے گئے آئندہ کی کوئی گارنٹی نہیں مغفور کا لفظ اور احادیث میں بھی آیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو ایک بار یہ عمل کر لے اس کے آئندہ گناہ بھی بخش دیئے گئے اور وہ قطعی جنتی ہو گیا اس کے ذمہ کوئی گناہ ہو ہی نہیں سکتا کتنی اندھی سوچ ہے الٹی گنگا بہہ رہی ہے کس قدر ظلم اور زیادتی ہے بلکہ یہ حدیث کی معنوی تحریف ہے۔ خطبہ جمعۃ المبارک مفتی اشرف صاحب (اس خطبہ کی وڈیو cd موجود ہے)

وہ احادیث جن میں مَغْفُورًا لَّهُمْ (ان کی بخشش ہو گئی) کا الفاظ آئے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حج کے دن عرفہ کی رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے۔ اَفِيْضُوا عبادی مَغْفُورًا لكم وَلِمَنْ شَفَعْتُمْ له میرے بندوں بخشے ہوئے لوٹ جاؤ اور جن کے لئے تم شفاعت کرو۔ (طبرانی، ترغیب حدیث (۱۶۷۰)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم حاجی سے ملو اس کو سلام کرو اس سے مصافحہ کرو اور اسے کہو کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے تمہارے لئے بخشش طلب کرے ﴿ فَاِنَّهٗ مَغْفُورٌ لَّهٗ ﴾ کیونکہ وہ بخشا ہوا ہے (احمد ۵۱۱۶، مشکوۃ حدیث ۲۵۳۸) کتاب الحج اگر اس طرح کی احادیث سے قطعی جنتی ہونا ثابت ہو جائے تو پھر کیا ضرورت ہے عمل کرنے کی بس زندگی میں ایک حج کر لیا اس کے بعد قتل کرو ڈاکے مارو زنا کرو اہل بیت اور صحابہ کی توہین کرو بس حج کر لیا جنت کی ٹکٹ مل گئی (نعوذ باللہ)

اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ بلکہ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہوتا ہے (بخاری ۶۶۰۷ و مسلم مشکوۃ ۸۳ کتاب الایمات باب الایمان بالقدر)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں ﴿ اِلَّا غفر لهما قبل ان يفترقا ﴾ تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (ترمذی ۲۷۲۷ مشکوۃ ۴۶۷۹) کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کو سلام و مصافحہ کر لیا ہمیشہ کے لئے جنتی ہو گئے نہیں بلکہ سابقہ گناہ بخش دیئے گئے۔ آئندہ کی کوئی گارنٹی نہیں

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی قوم اکٹھے ہو کر اللہ کا ذکر کرتی ہے اور وہ اس سے اللہ کی رضا چاہتی ہے تو آسمان سے منادی نداء کرتا ہے ﴿ قُومُوا مَغْفُورًا لكم قَدْ بُدِّلَتْ سيئاتكم حسنات ﴾ تم بخشے ہوئے کھڑے جاؤ تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا گیا ہے۔ (احمد ۱۲۰۰۰)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب مسلمان آدمی وضو کرتا ہے تو اس کے کانوں، آنکھوں، ہاتھوں اور پاؤں سے گناہ نکل جاتے ہیں ﴿ فَاِنْ قَعَدَ قَعَدَ مَغْفُورًا له ﴾ پھر اگر وہ بیٹھے تو وہ بخشا ہوا بیٹھتا ہے۔ (احمد ۲۱۱۵۰) کیا اس کا مطلب ہے کہ صرف وضو کرنے سے انسان قطعی جنتی بن جاتا ہے باقی کسی عمل کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اس حدیث میں تو نماز کا بھی ذکر نہیں ہے۔ تو ان تمام احادیث کا مطلب یہی ہے کہ سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں آئندہ کی گارنٹی نہیں۔

نجات کا دارومدار خاتمہ پر ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ ﴾ بلکہ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہوتا ہے (بخاری ۶۶۰۷ و مسلم مشکوۃ ۸۳ کتاب الایمان باب الایمان بالقدر)

وہابیوں کے گھر کی گواہی: پروفیسر ساجد میر کے امام غیر مقلد وہابی مصنف وحید الزماں اس حدیث کے تحت لکھتا ہے:- پہلا جہاد معاویہ کے ساتھ ہوا جزیرہ قبرص فتح کرنے کو۔ اسی میں ام حرام شریک تھیں۔ ۵۸ھ میں دوسرا جہاد جو قسطنطیہ پر ہوا۔ یزید بن معاویہ اس کا سردار تھا۔ اس میں بھی

بہت سے صحابہ شریک تھے جیسے ابن عمرؓ ابن عباسؓ ابن زبیر اور ابوایوب رضی اللہ عنہم وغیرہم۔اس حدیث سے بعضوں نے یہ مطلب نکالا ہے۔جیسے مہلب نے کہ یزید کی خلافت صحیح تھی اور وہ بہشتی ہے۔میں کہتا ہوں سبحان اللہ!اس حدیث سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ یزید کی خلافت صحیح ہے کیونکہ یزید جب قسطنطیہ پر چڑھ گیا تھا اس وقت تک حضرت معاویہ زندہ تھے انہی کی خلافت تھی اور حضرت معاویہ کی خلافت تاحیات باتفاق علماء صحیح تھی۔کس لئے کہ امام برحق امام حسن علیہ السلام نے خلافت ان کو تفویض کی تھی۔اب لشکر والوں کی بخشش ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر فرد بھی بخشا جائے اور بہشتی ہو۔خود آنحضرت ﷺ کے ساتھ (یعنی معیت میں) ایک شخص خوب بہادری سے لڑا تھا آپ نے فرمایا تھا ﴿ھذا من اھل النار﴾ وہ دوزخی ہے (بخاری حدیث ۳۰۶۲ و مسلم مشکوۃ ۵۸۹۲ باب المعجزات) بہشتی اور دوزخی ہونے میں خاتمہ کا اعتبار ہے۔یزید نے گو پہلے اچھا کام کیا کہ قسطنطیہ پر چڑھائی کی مگر خلیفہ بننے کے بعد اس نے وہ گند پیٹ سے نکالے کہ معاذ اللہ۔حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کرایا۔اہل بیت کی اہانت کی جب سر مبارک امام حسین علیہ السلام کا آیا تو مردود کہنے لگا میں نے بدر کا بدلہ لے لیا۔مدینہ منورہ پر چڑھائی کی۔حرم محترم میں گھوڑے بندھوائے۔مسجد نبوی اور قبر شریف کی توہین کی' مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی' وہاں منجنیق لگائی' ان گندگیوں کے باوجود بھی کوئی یزید کو مغفور اور بہشتی کہہ سکتا ہے۔؟

قسطلانی نے کہا یزید امام حسین علیہ السلام کے قتل سے خوش اور راضی تھا اور اہل بیت کی اہانت پر بھی اور یہ امر متواتر ہے اس لئے ہم اس کے باب میں توقف نہیں کرتے بلکہ ہمیں اس کے ایمان میں بھی کلام ہے اللہ کی لعنت اس پر اور اس کے مددگاروں پر۔(تیسر الباری شرح بخاری جلد۴ ص ۱۲۵ کتاب الجہاد والسیر)

یزید کی تکفیر اور لعنت: مولوی عبدالجبار شاکر اہل حدیث کے امام نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں: کہ یزید پر بعض نے لعنت بھی کی ہے اور بعض نے اس کی تکفیر بھی کی ہے جن میں امام احمد بن حنبل،حافظ ابن جوزی وغیرہ محدثین شامل ہیں۔نواب صاحب نے لکھا ہے کہ یزید شراب کا عادی،زانی،فاسق اور بے نمازی تھا۔اور اس نے مکہ اور مدینہ پر چڑھائی کی۔(بغیۃ الرائد فی شرح العقائد فارسی ص ۱۰۷-۱۰۸)

امام حسین کے قاتل جہنم کا ایندھن ہیں: مولوی مطیع الرحمٰن اہل حدیث کے امام حافظ حفیظ اللہ اعوان سیالکوٹی لکھتے ہیں: دوسری محترم ہستی حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام کی ہے جو نواسہ رسول اور جگر گوشہ بتول ہیں ان کی اور ان کے رفقاء کی شہادت ۱۰ محرم کو کوفیوں کی بے مروتی و بے وفائی اور روایتی فوج کی بربریت کی وجہ سے ہوئی۔جنہوں نے خود ہی بلایا اور خانوادۂ نبوت اور نواسہ رسول ﷺ کے خون میں ہاتھ رنگ کر اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنایا۔(درخشندہ نگینے،ص ۱۰۶ ناشرین:اہل حدیث یوتھ فورس،مسجد اول اقبال روڈ سیالکوٹ)

امام حسین کی شہادت کا منکر بدعتی اور امامت کے لائق نہیں: مولوی ابتسام الٰہی ظہیر اہل حدیث کے امام مولوی ثناء اللہ امرتسری ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں۔ جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت نہیں مانتا وہ بدعتی ہے اس کو امام نہیں بنانا چاہئے۔(فتاوی ثنائیہ ۱/۳۹۵ باب اول عقائد و مہمات دین)

مولوی عبدالغفور اثری اہل حدیث کے امام **قاضی سلیمان منصور پوری وہابی کی گواہی**

نبی کریم ﷺ نے عثمان بن طلحہ سے فتح مکہ کے روز خانہ کعبہ کی چابی دیتے ہوئے فرمایا: یہ چابی لے لو اس کو تم سے سوائے ظالم کے کوئی نہیں چھین سکے گا۔ (البدایہ والنہایہ :۴/۳۰۱،تفسیر در منثور:۲/۱۷۵، مجمع الزوائد:۳/۲۶۶ نمبر ۵۷۰۷ کتاب الحج، طبرانی فی الکبیر:۱۱/۱۰ نمبر ۱۱۲۳۴) قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں:مؤرخین کا بیان ہے کہ یزید پلید نے ان سے یہ چابی چھین لی تھی۔ (رحمۃ للعالمین ج ۳/۱۴۳ مکتبہ محمدیہ اردو بازار لاہور)(الحقیقہ میلاد نمبر ۲۰۰۴ء) ہم کہتے ہیں شاید قاضی صاحب کے علم میں وہ حدیث نہیں "جس میں ذکر ہے کہ چابی چھینے والا کافر ہوگا ملاحظہ ہو حضرت سیدنا سعید بن المسیب کی روایت:اس روایت میں لفظ کافر بھی موجود ہے۔(سبل الھدا والرشاد فی سیرۃ خیر العباد:۵/۲۴۴) حدیث کی روشنی میں پتہ چلا کہ کعبہ کی چابی چھیننے والا ظالم اور کافر ہوگا۔اور وہ یزید پلید ہی ہے۔

یزید کے وکیل: وہابی پروفیسر ابوبکر غزنوی کے مقالات کو" قربت کی راہیں،، کا عنوان دے کر مکتبہ غزنویہ ۴ - شیش محل روڈ لاہور والوں نے چھاپہ ہے۔

پروفیسر نے یزید کے خارجی وکیلوں کی افسوس ناک حالت بیان کی ہے:

"آہ یہ کیسی للّٰہیت کی موت اور ایمان کی جانکنی ہے کہ بعض علماء عین منبر رسول پر کھڑے ہو کر اس محبوب بارگاہ رسالت، اس جگر گوشہ بتول کا ذکر حقارت آمیز لہجے میں کرتے ہیں۔ وہ گھرانہ جس سے تم نے فیض حاصل کیا وہ جن کی جوتیوں کے صدقے میں تمہیں ایمان واسلام کی معرفت حاصل ہوئی تو کیا ان کی عیب چینیاں کرتے ہو؟ پھر اس عیب چینی اور خورده گری کے لئے تمہیں رسول اللہ ﷺ کے منبر کے سوا اور کوئی جگہ نہیں ملتی۔ پھر تم اپنے لب ولہجہ کو تو دیکھو، یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے شمر بن ذی الجوشن ، یزید اور ابن زیاد نے اہل بیت اطہار کے خلاف مقدمہ میں تمہیں اپنا وکیل بنالیا ہے۔ (قربت کی راہیں ص ۱۹) پروفیسر صاحب نے بڑے حقیقت پسندانہ انداز میں یزید اور محبان یزید، شمر ای الجوشن اروابن زیاد کا تعاقب کیا ہے۔ عقل مند کے لئے اشارہ کافی ہے۔

یزید امام جلال الدین سیوطی کی نظر میں: امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: اللہ کی لعنت ہو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل ابن زیاد اور یزید پر۔ امام کربلا میں شہید ہوئے اور آپ کی شہادت کا قصہ طویل ہے۔ قلب اس کے ذکر کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۸۰)

یزید، صاحب تفسیر روح المعانی کی نظر میں: خاتمۃ المحققین السید محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی یزید کے متعلق لکھتے ہیں: اور میں کہتا ہوں جو میرے گمان پر غالب ہے کہ وہ خبیث نبی پاک ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرنے والا نہیں تھا۔ بیشک اس کا مجموعی عمل جو اس نے اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے حرم پاک کے رہنے والوں کے ساتھ کیا اور نبی کریم ﷺ کی طیب وطاہر عترت یعنی اولاد رسول کے ساتھ ان کی زندگی اور ان کی وفات کے بعد جو کچھ روا رکھا اور جو کچھ اس سے ذلت آمیز افعال صادر ہوئے ہیں یہ زیادہ دلالت کرنے والے ہیں اس کی عدم تصدیق پر۔ اس شخص کے عمل سے کہ جس نے قرآن پاک کے اوراق کو نجاست میں پھینکا (تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص قرآن شریف کے اوراق کو نجاست میں پھینکے وہ کافر ہے) اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ وہ خبیث مسلمان تھا تو وہ ایسا مسلمان تھا کہ اس نے اپنے لئے اتنے کبیرہ گناہ جمع کر لئے تھے کہ وہ احاطہ بیان سے باہر ہیں اور میرے نزدیک یزید جیسے شخص معین پر لعنت کرنا جائز و درست ہے۔ اگر چہ اس جیسا کوئی فاسق بھی متصور نہیں ہو سکتا۔ اور ظاہر یہی ہے کہ اس نے توبہ نہیں کی اور اس کی توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے بھی کمزور ہے۔ یزید کے ساتھ ابن زیاد، ابن سعد اور اس کی جماعت کو بھی لاحق وشامل کیا جائے گا ﴿فلعنة الله عليهم اجمعين وعلى انصارهم واعوانهم وشيعتهم ومن مال اليهم الى يوم الدين ما دمعت عين على ابى عبد الله الحسين﴾ پس اللہ کی لعنت ہو ان سب پر اور ان کے اعوان وانصار پر اور ان کے گروہ پر اور جو بھی ان کی طرف مائل ہو قیامت تک جب تک کوئی بھی آنکھ آنسو بہائے امام حسین پر۔ (تفسیر روح المعانی ج ۲۶ ص ۶۶)

یزید امام سعد الدین صاحب شرح عقائد کی نظر میں

امام سعد الدین تفتازانی شافعی شرح عقائد میں جو درس نظامی کی کتاب ہے میں فرماتے ہیں: حق تو یہ ہے کہ یزید کی رضا قتل حسین پر اور اس کا اس پر خوش ہونا اہل نبوت کی توہین کرنا متواتر المعنی اگر چہ اس کی تفصیل آحاد ہے پس ہم اس معاملہ میں توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان میں بھی کلام ہے ﴿فلعنة الله عليه اجمعين وعلى انصاره واعوانه﴾ اس پر اس کے اعوان پر اللہ کی لعنت ہو۔ (شرح عقائد ص ۱۱۷)

یزید امام احمد اور ابن جوزی کی نظر میں: شیخ احمد صبان اسعاف الراغبین میں تحریر فرماتے ہیں:-

امام محمد بن حنبل نے یزید کو کافر کہا اپنے علم وورع کے اعتبار سے وہ کافی ہیں ان کے علم ورع اس بات کے مقتضی ہیں کہ یزید کو کافر اسی وقت کہا ہوگا جبکہ صریح موجب کفر باتیں اس سے واقع ہوئی ہوں گی۔ ایک جماعت کا جن میں ابن جوزی وغیرہ بھی ہیں یہی فتوی ہے یزید کے فسق پر

اجماع ہے۔ بہت سے علماء کرام نے یزید کا نام لے کر اسے لعنت کرنے کو جائز رکھا ہے۔امام احمد سے بھی یہی مروی ہے۔ابن جوزی نے بتایا کہ قاضی ابویعلی نے مستحقین لعنت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اس میں یزید کا بھی ذکر کیا ہے۔(صواعق محرقہ ص ۱۶۵)

یزید حدیث کی روشنی میں ملعون ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چھ آدمیوں پر میں نے اور اللہ نے لعنت کی اور ہر نبی کی دعا مقبول ہے۔(۱) کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا (۲) تقدیر کو جھٹلانے والا (۳) میری امت پر زبردستی مسلط ہوکر عزت والوں کو ذلیل اور ذلیلوں کو عزت دینے والا (۴) اللہ تعالی کی حرمتوں کو حلال کرنے والا (۵) میری اہل بیت کی حرمت و تعظیم کو حلال کرنے والا (۶) اور سنت کو ترک کرنے والا۔ (طبرانی، مشکوۃ ۱۰۹ کتاب الایمان باب الایمان بالقدر)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیة یقال له یزید پہلا وہ شخص جو میرے طریقہ کو بدلے گا وہ بنی امیہ میں سے ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔ الصواعق الحرقۃ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۱)

امام عالی مقام خطبہ: امام عالی مقام نے مقام بیضہ میں اپنے اور حر کے ساتھیوں کو خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: اے لوگو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ جس نے ایسے بادشاہ کو دیکھا جو ظالم ہو۔ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرتا ہو۔ عہد الٰہی توڑتا ہو۔ سنت رسول کی مخالفت کرتا ہو۔ اللہ کے بندوں میں ظلم وتعدی کے ساتھ حکومت کرتا ہو اور دیکھنے والوں کو اس پر قولاً یا عملاً غیرت نہ آئی تو خدا کو یہ حق ہے کہ اس کو دوزخ میں ڈال دے۔ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں ان لوگوں نے (یزید اور یزیدیوں) نے شیطان کی اطاعت کی اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی فساد مچایا حدود الٰہی کو معطل کیا۔ مال غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیا۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کیا میں غیرت کرنے کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی تو یہ سن کر مروان نے کہا ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ تو ابو ہریرہ نے کہا اگر میں چاہوں تو بتا دوں کہ وہ فلاں ابن فلاں فلاں ابن فلاں ہے۔(بخاری حدیث ۷۰۵۸، مشکوۃ ۵۳۸۸ کتاب الفتن) حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں صبی اور غلیم (لڑکا) کا لفظ تصغیر کے ساتھ اس پر بھی بولا جاتا ہے جو عقل وتدبیر اور دین میں کمزور اور ضعیف ہو اگرچہ وہ جوان ہو اور یہاں یہی مراد ہے کیونکہ خلفاء بنو امیہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو عمر کے لحاظ سے نابالغ ہوتا۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۰)

یزیدی لشکر کی حرم رسول میں خون ریزی و درندگی: واقدی کتاب حرہ میں ایوب بن بشیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کسی سفر میں باہر تشریف لے گئے جب حرہ زہرہ میں پہنچے تو کھڑے ہوگئے اور ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ پڑھا اور رو پڑے اور فرمایا: حرہ زہرہ میں میری امت کے بہترین لوگ قتل ہونگے۔

ابن زبالہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک دن بارش ہوئی۔ تو آپ اپنے دوستوں کے ساتھ بارش کے پانی سے برکت حاصل کرنے کے لئے نکلے۔ جب حرہ واقم میں پہنچے تو دیکھا کہ پانی کی رَو وادی کی ہر جانب سے رواں تھی۔ تو انہوں اس سے پانی پیا اور وضو کیا۔ تو حضرت کعب نے کہا خدا کی قسم جس طرح یہ پانی بہہ کر آ رہا ہے خون کی رو بھی اس وادی میں اسی طرح رواں ہوگی۔(جذب القلوب ص: ۴۳، الدر الثمین ص ص: ۱۵۶، دلائل النبوۃ ۶/۴۷۳)

حضرت کعب بیان کرتے ہیں کہ توریت میں لکھا ہوا ہے کہ مدینہ کے حرہ شرقی میں بہت سے شہید ہوں گے جن کے چہرے روز قیامت چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔(وفاء الوفاء :۴/ ۱۱۸۸)۱/ ۱۲۴-۱۲۵)

سعید بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ جب جنگ حرہ کا زمانہ ہوا تو نبی کریم ﷺ کی مسجد میں تین دن اذان ہوئی اور نہ اقامت۔ اور سعید بن

مسیب مسجد سے نہ ہٹے۔ وہ نماز کا وقت نہیں پہچانتے تھے مگر ایک گنگناہٹ سے جسے وہ نبی کریم ﷺ کی قبرانور سے سنتے تھے۔(دارمی حدیث:۹۳، مشکوۃ حدیث:۵۹۵۱)

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں: حرہ کی راتوں میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں میرے سوا اور کوئی نہ تھا اور جب بھی نماز کا وقت آتا تو میں قبرانور سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا تھا۔(وفاء الوفاء ص ۳۴ جلد ۱)

یزید کے فسق و فجور اور اہل بیت رسول اللہ ﷺ پر ظلم وستم دیکھ کر اہل مدینہ نے اس سے بیزاری کا اعلان کر دیا اور عبداللہ بن حنظلہ انصاری کو اپنا امیر مقرر کر لیا جب یزید کو اہل مدینہ کے اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی۔ تو اُس نے مسلم بن عقبہ کو دس ہزار فوج دے کر اہل مدینہ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا۔ یزیدی لشکر نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا اور اہل مدینہ نے اپنا دفاع کیا۔

تین دن تک مدینہ میں خونریز جنگ جاری رہی۔ یزیدی فوج نے اہل مدینہ کو تہ تیغ کیا۔ مدینہ منورہ کی مشہور شخصیتیں سیدنا فضل بن عباس، سیدنا عبداللہ بن حنظلہ، اور سیدنا عبداللہ بن مطیع شہید کر دیئے گئے۔ ایک ہزار سات سو جلیل القدر مہاجرین وانصار کو شہید کیا۔ عورتوں اور بچوں کے علاوہ عوام میں سے دس ہزار آدمیوں کو شہید کیا۔ سات سو حافظ قرآن نیز قوم قریش کے ستانوے آدمیوں کو ظلم کی تلوار سے ذبح کر ڈالا۔

فسق و فساد اور زنا کو مباح کر دیا اور کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورتوں نے زنا کی اولاد جنی۔(وفاء الوفاء :۱/۱۳۴) اور مسجد نبوی شریف میں ریاض الجنہ میں گھوڑے باندھے گئے اور انہوں نے اُس میں لید اور پیشاب کیا۔ نعوذ باللہ۔(وفاء الوفاء :۱/۱۲۴-۱۲۶، شرح مسلم سعیدی ۳/۶۱۲، جذب القلوب ص:۴۴، مدینۃ الرسول ص:۳۷۵)

یہ واقعہ ۶۳ ہجری میں پیش آیا اور یہ تمام شہداء جنت البقیع میں مدفون ہیں

علامہ غلام رسول **سعیدی** صاحب لکھتے ہیں:-

اہل مدینہ پر فتح پانے کے بعد یزید نے جو اپنی فوجوں پر تین دن کے لئے مدینہ مباح کر دیا تھا اور تین دن تک اہل مدینہ کو قتل کرنے، ان کا مال لوٹنے اور ان کی عورتوں کی عصمت دری کی عام اجازت دے دی تھی اس کا کیا جواز ہے؟ یہ ایسا سلوک ہے جو کسی کافر ملک کے کافروں سے بھی روا رکھنے کی اسلام میں اجازت نہیں ہے جس کی اجازت یزید نے اپنی فوجوں کو حرم رسول کے لئے دی تھی۔

یزید نے تین دن کے لئے اپنی فوجوں پر جو مدینہ کو مباح کیا تھا اگر اس اباحت سے مراد اباحت شرعیہ ہے تو یزید کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے اور اگر یہ غیر شرعی اباحت ہے تو اس میں کیا شک ہے کہ یہ اہل مدینہ کو ایذاء پہنچانے انہیں ڈرانے اور دھمکانے اور اہل مدینہ کے جان و مال اور عزت آبرو کو برباد کرنے کی اجازت ہے اور بکثرت صحیح اور صریح حدیث کے مطابق ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے تاہم اس کا یہ فعل کفر نہیں ہے اور اس پر شخصی لعنت جائز نہیں البتہ صفات کے لحاظ سے لعنت جائز ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا ایذاء دی اس پر لعنت۔(شرح مسلم سعیدی ۳/۶۱۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ جس نے اہل مدینہ پر ظلم کیا اور انہیں ڈرایا تو اُسے ڈرا اور اس پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی نہ اُس کی توبہ قبول ہوگی اور نہ فدیہ۔((رواہ الطبرانی فی الاوسط برجال الصحیح (وفاء الوفاء ۱/۴۵، (جذب القلوب ص:۴۰))

......☆☆......

سن ہجری اور ماہ محرم

﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی سن کا آغاز امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں کیا۔ اور اسے ہادی اعظم، رحمت عالم ﷺ کے واقعہء ہجرت سے نسبت دی، ہجرت یوں تو نقل مکانی یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا نام ہے۔ مگر جس ہجرت پر بے پناہ ثواب کا دارومدار ہے، وہ ہے خدا تعالیٰ ورسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں اپنا گھر بار چھوڑنا، مال ومتاع سے ہاتھ دھوکر وطن سے بے وطن ہونا، اگر کوئی اس بنیادی نقطے کو فراموش کر کے کسی اور غرض سے کہیں، حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں جا ٹھہرے، مہاجر (فی سبیل اللہ) نہیں حضور سید عالم نور مجسم ﷺ فرماتے ہیں۔

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا، جس کی اس نے نیت کی۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کیلئے ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اسے حاصل کرے یا کسی عورت کی نیت سے کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی طرف ہے جہاں کی اس نے نیت کی۔ (بخاری شریف، مسلم شریف)

اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

از وطن آقائے ما ہجرت نمود   عقدۂ قومیت مسلم کشود

یعنی ہمارے آقا ومولا حضور ﷺ نے اپنے وطن مالوف مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر اسلام کا نظریہ قومیت سمجھا دیا۔ اگر قوم وطن سے بنتی (جیسا کہ، مولانا حسین احمد صاحب صدر دیوبند کا نقطہء نظر تھا) یا نسل سے بنتی (جیسا کہ نسل پرستوں کا خیال ہے) تو سید عالم ﷺ اپنے قبیلہ قریش اور اپنے شہر مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ میں انصار کے ہاں قیام نہ فرماتے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے واقعہء ہجرت سے ہجری سن کا آغاز کیا تھا کہ اہل اسلام اس تصور کو کبھی فراموش نہ کرسکیں۔ اٹھتے بیٹھتے انہیں اپنی قومی وحدت ملحوظ رہے آج پاکستان میں چار قومیتوں کا جو نعرہ لگایا جا رہا ہے۔ اس تصور کو فراموش کرنے کا نتیجہ ہے۔

محرم الحرام کی فضیلت: قرآن حکیم کی رو سے سال اور بارہ مہینوں میں سے چار (رجب، ذیقعد، ذی الحج، محرم، حرمت والے ہیں، یوں تو گناہ ہر وقت گناہ ہے، مگر ان مبارک مہینوں میں اس کا خطرہ زیادہ سنگین ہے۔ محرم الحرام کی عظمت اس بات سے ظاہر ہے کہ اس ''شھر ''الله '' (اللہ کا مہینہ) اور ''شھـر الانبیـاء'' (یعنی انبیائے کرام علیہم اسلام کا مہینہ) بھی کہا جاتا ہے اس کی دس تاریخ (یوم عاشورہ) میں تاریخ انسانی کے عظیم و مبارک واقعات رونما ہوئے۔ مثلاً اس دن زمین وآسمان کی پیدائش، سب سے پہلی بارش اور حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اس روز کشتی نوح علیہ السلام پار لگی اور ادریس علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا، نار نمرود فرعون کی غرقابی کا بھی یہی دن ہے نواسہء رسول جگر گوشہ بتول سیدنا امام حسین علیٰ جدہ واتمہ علیہ السلام بھی معراج شہادت پر اسی دن فائز ہوئے۔

عاشورہ کے دن کیا کریں: حضور سید عالم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو یہودی دس محرم کو روزہ رکھا کرتے تھے، وجہ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون پر فتح کا دن ہے چنانچہ انہوں شکرانے کا روزہ رکھا تھا۔ ہم بھی انہیں کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا! ہم تم سے موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔ چناچہ سرکار دو عالم ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور (

دوسروں کو بھی) اس کا حکم دیا، بلکہ بعد میں نویں محرم کا روزہ ساتھ ملانے کا ارادہ ظاہر فرمایا (تا کہ ایک روزہ رکھنے میں یہودیوں سے جو مشابہت کا شائبہ نظر آتا ہے، جاتا رہے، یوم عاشورہ کے روزے کی فضیلت سنیے۔ارشاد ہوتا ہے۔

''میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عاشورے کے روزے کو گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بنادے''۔

روزے کے علاوہ اور کیا کرنا چاہیے۔بیہقی شریف کی حدیث میں ہے

''جس نے عاشورہ کے دن اپنے کنبے والوں پر زیادہ خرچ کیا، اللہ تمام سال اس پر فراخی وسعت فرمائے گا''۔(یعنی برکت دے گا)

شہوار کربلا رضی اللہ عنہٗ کی یاد: یہی یوم عاشورہ تھا جب کربلا میں نواسہء رسول جگر گوشہ بتول سیدنا حضرت امام حسین علیٰ جدہ امہ علیہ السلام نے مختصر سے جاں نثاروں کے ساتھ ایک لشکر جرار کا جرات سے مقابلہ کر کے جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔''انا للہ وانا الیہ راجعون''

جہاں تک شہزادہ گلگوں قبا سیدنا حسین مجتبیٰ رضی اللہ عنہٗ کی فضیلت وعظمت کا تعلق ہے، کتاب وسنت کی روشنی میں اس سے انکار ناممکن ہے۔اہل بیعت کے جو فضائل آیات قرنی میں موجود ہیں، ان میں بلا شبہ امہات المومنین (یعنی حضور ﷺ کی ازواج مطہرات) کے علاوہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا، مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ اور ان کے دونوں فرزند بھی شامل ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین) قرآن حکیم میں جہاں ان کی محبت فرض کی گئی ہے اور جہاں ان کی طہارت کا اعلان کیا گیا ہے، یقیناً سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہٗ کی محبت بھی اس میں داخل ہے اور آپ کے پاک ہونے کا اعلان بھی واضح ہے۔پھر حدیث میں ان دونوں بھائیوں کیلئے بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کرنا بھی منقول ہے۔

''اے اللہ مجھے ان دونوں سے محبت ہے، تو بھی ان دونوں سے محبت فرما بلکہ اس سے بھی محبت فرما جو ان دونوں سے محبت کرتا ہے''(مسلم)

حضور حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا کے بعد ان شہزادوں کا محبوب خدا ہونا شک سے بالاتر ہو جاتا ہے، بلکہ جو بارگاہ خدا میں محبوب بننا چاہے۔اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے ان محبوبان خدا کا نیاز مند اور محبّ ہونا ضروری ہے

محبت کے زیادہ اہم دو معیار ہیں۔کائنات کے معلم اعظم ﷺ کے فیصلے کے مطابق:

۱......جسے کسی سے محبت ہوتی ہے، وہ بار بار اس کا ذکر کرتا ہے۔''من حب شیا اکثر ذکرہ''......شفا شریف

۲......محبت (محبوب کے عیب دیکھنے) سے اندھا اور اس کے عیب سننے سے (عاشق کو بہرہ کر دیتی ہے)

''حبک الشیء یعمی و یصم''......(شفا شریف)

محبت کے ان دونوں معیاروں کو سامنے رکھ کر ہمیں اہل بیت اطہار بشمول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم کی مدح وثنا کو اپنی زندگی کا عنوان بنالینا چاہیے، ان کی یادوں کے مقدس چراغ دیدہ ودل میں روشن رکھنے چاہئیں۔اگر کوئی بدبخت دشمن ان کی شان میں ہرزہ سرائی کرے تو ہمیں اس پر کان دھرنے کے بجائے اس کا مقابلہ کرنا چاہیے یاد رکھیں۔جو اہل بیت کی محبت سے محروم ہے۔محبت رسول بلکہ محبت خدا سے بھی محروم ہے ایسے شخص کا نماز روزہ سب کچھ بیکار ہے۔

؎ بے حب اہل بیت عبادت حرام ہے
زاہد تری نماز کو میرا سلام ہے

مجالس ذکر اہل بیت رضی اللہ عنہم: حب اہل بیت اطہار کی محبت وتعریف ضروری ٹھہری تو ان کا ذکر خیر کرنے کیلئے مجالس منعقد کرنے کی اہمیت خود بخود ظاہر ہو گئی۔چنانچہ بزرگان دین کا ہمیشہ اس پر عمل رہا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے گھر ۱۲ ربیع الاول شریف اور ۱۰ محرم الحرام کو مجلسیں ضرور منعقد ہوتی تھیں (جیسا کہ ان کے فتاویٰ سے ظاہر ہے)

اہل حق کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی خدمت میں نذرانہء ثواب پیش کرنے کیلئے صدقہ وخیرات دے، شربت

کی سبیل لگائے، تلاوت قرآن پاک یا نوافل میں مشغول ہو تو بالکل جائز ہے۔ یہ حب اہل بیت کی علامت بھی ہے اور کربلا کے مظلوم مسافروں کے احسانات کا شکرانہ بھی۔

واقعہ کربلا کے مختلف پہلو: حضور رحمۃ اللعلمین ﷺ کے مقدس لاڈلوں نے جس ایمان افروز انداز میں سروں کے نذرانے پیش کیے اور جانوں کی بازی لگائی، رہتی دنیا تک اس کی نظیر ناممکن ہے، بچے، جوان، بوڑھے سب کے سب محبت کی شہادتگہ میں حاضر ہیں اور ذوق وشوق کے ساتھ اپنی اپنی باری، قربان ہو رہے ہیں۔ اور آخر میں ان سب کا والی، ان سب کا خواجہ ان سب کا صاحب اکیلا رہ جاتا ہے اور وہ بھی تن تنہا ان سب کے مقابلے میں ڈٹ جاتا ہے اور چھپن سال کی عمر میں، جوان بیٹوں، جاں نثار بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، اور فدا کاروں کی تقریباً بیاسی لاشیں سامنے ہیں، تین دن کیا پیاسا ہیں، مگر نہ ماتھے پر بل ہے نہ چہرے پر افسردگی کے آثار ہیں، نہ آنکھوں میں آنسو ہیں اور نہ لب پہ آہ ہے، حفیظ جالندھری اس جرات وہمت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

عبا بھی تار تار ہے تو جسم بھی فگار ہے
زمین بھی ہے تپی ہوئی فلک بھی شعلہ بار ہے
مگر یہ مرد تیغ زن یہ صف شکن، فلک فگن
کمال صبر وتندہی سے محو کار زار ہے
یہ بالیقین حسین رضی اللہ عنہ ہے
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور عین ہے

کربلا والوں کی یہ جرات وہمت یقیناً مثالی اور از حد قابل تحسین ہے۔ مگر امت کیلئے اس میں دردوسوز کا عظیم سرمایہ بھی تو موجود ہے۔ کون سا عاشق رسول ایسا ہے جو گلستان رسالت کے پھولوں اور کلیوں کے اس طرح مسلے جانے کی داستاں سنے اور رونے پر مجبور نہ ہو جائے رسول اللہ ﷺ کے اہل خاندان پر ظلم وستم کی آندھیاں چلیں، انہیں خاک وخون میں ملایا جائے ان کی لاشوں پر اونٹ گھوڑے دوڑائے جائیں، ان کے خیمے جلائے جائیں ان کے سروں کو نیزوں پر چڑھایا جائے اور باقی ماندہ افراد کو قیدی بنا لیا جائے یہ سب سن کر بھی، امتی اور کچھ نہیں تو دو بوند آنسوؤں کا نذرانہ بھی پیش نہ کر سکے، امتی کہلانے کا مستحق کیونکر ہو سکتا ہے، سنیئے اس حادثہ جانکاہ نے سید الصابرین حضور سرور عالم ﷺ کے دل پر جو اثرات چھوڑے حدیث میں ہے۔

"حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی تو وہ رو رہی تھیں، میں نے پوچھا آپ کیوں رو رہی ہیں، فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں روتے ہوئے دیکھا ہے اور آپ کے سر مبارک اور ریش اقدس پر گرد وغبار ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میں ابھی حسین کی جائے شہادت پر گیا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

"میں نے ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے بال مبارک بکھرے ہوئے اور گرد آلود ہیں۔ دست مبارک میں خون بھرا شیشہ ہے۔ میں نے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ کیا ہے فرمایا یہ حسین اور اس کے رفیقوں کا خون ہے۔ میں اسے آج صبح سے اٹھا تا رہا ہوں۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں تاریخ اور وقت یاد رکھا۔ جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت حسین اسی وقت شہید کئے گئے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف، بیہقی شریف)

محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ماہ محرم ۶۵۶ھ میں سلطان المشائخ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ

عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اسی موضوع پر گفتگو فرما رہے تھے۔

''اس عشرہ (یعنی محرم کے پہلے دس دنوں) میں کسی اور کام میں مشغول نہیں ہونا چاہیے سوائے اطاعت، تلاوت، دعا و نماز وغیرہ کے اس لئے کہ اس عشرہ میں قہر الٰہی بھی ہوا ہے اور بہت رحمت الٰہی بھی نازل ہوتی ہے۔ بعد ازاں فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس عشرہ میں حضور سرور عالم ﷺ پر کیا گزری اور آپ کے فرزندوں کو کس طرح بے رحمی سے شہید کیا گیا، بعض پیاس کی حالت میں شہید ہوئے کہ ان بدبختوں نے اللہ کے پیاروں کو پانی کا ایک قطرہ تک نہ دیا۔ جب شیخ الاسلام نے یہ بات فرمائی تو ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا، کیسے سنگدل، کافر، بے عاقبت، بے سعادت اور نامہربان تھے، حالانکہ انہیں خوب معلوم تھا کہ یہ دین و دنیا اور آخرت کے بادشاہ کے فرزند ہیں۔ پھر بھی انہیں بڑی بے رحمی سے شہید کر دیا۔ اور انہیں یہ خیال نہ آیا کہ کل قیامت کے دن حضرت خواجہ عالم ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ (شام کربلا بحوالہ راحت القلوب)

ضروری احتیاط: جہاں تک واقعہ کربلا کے جرات آموز اور دردانگیز ہونے کا تعلق ہے اس کا مختصر بیان ہو چکا ہے، مگر اس کا ایک اہم پہلو اور بھی ہے۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے خود بھی صبر و استقامت کا بہترین مظاہرہ فرمایا۔ اور اپنی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور باقی اہل بیت کو بھی یہی وصیت فرمائی۔

''میں تمہیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ جس وقت دشمن کے ہاتھوں شہید کر دیا جاؤں تو تم میرے غم میں نہ گریبان چاک کرنا نہ اپنے رخساروں پر طمانچے مارنا، نہ اپنے منہ کو زخمی کرنا۔ (شہید کربلا مولانا منشور ہزاروی)

صبر و استقامت، اہل بیت کی سیرت کا اہم عنوان ہے اور وہ ہمیشہ امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں۔ بے صبری، جزع و فزع، چیخنا، پیٹنا ان کی شان کے ہرگز لائق نہیں تھا اور نہ انکا سچا غلام بے صبری اور بین وغیرہ کی جرات کر سکتا ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ نے ایسا کرنیوالے سے بیزار ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ شیخین کی حدیث میں ہے۔

۱......جو منہ پر طمانچہ مارتا ہے اور گریبان پھٹرتا ہے اور جاہلیت کے بین کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔

۲......جس نے مردے کے ماتم میں سر منڈایا اور زور سے چیخا اور کپڑے پھاڑے۔ ایسے سے میں بیزار ہوں۔ ہاں رونا اور آنسو بہانا جائز ہے بلکہ اسے رحمت فرمایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں حضور ہادی اکرم ﷺ کا فیصلہ ہی پیش کیا جاتا ہے۔

میت کے غم میں جہاں تک دل اور آنکھ کے متاثر ہونے کا تعلق ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے اور رحمت کے سبب ہے مگر جو کچھ ہاتھ اور زبان سے سرزد ہو وہ شیطانی فعل ہے۔ (مسند احمد)

لہٰذا اس سے پوری احتیاط چاہئے۔ علاوہ ازیں من گھڑت افسانے سننا اور سنانا جو خصوصاً کربلا کے بارے میں لوگوں تیار کر لئے ہیں، جائز نہیں۔ یونہی مجالس میں شریک ہونا جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں کھل کر یا اشارے اشارے میں بکواس کی جائے بھی مناسب نہیں، جذبے کو (معاذ اللہ) کربلا کے ڈارمے کی شکل دینا بھی اس عظیم واقعے کی توہین ہے کسی لڑکی کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا قرار دیکر اسے بے پردہ بازاروں میں پھرانا خانوادۂ رسول کی وہ توہین ہے، جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

امام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ: بعض روایات کے مطابق یکم محرم امیر المومنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔ آپ کا لقب فاروق یعنی حق و باطل میں بہت بڑا فرق کرنے والا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عطا فرمودہ ہے۔ معلوم یہ ہوا، آپ معیار حق ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے، حق عمر کی زبان پر بولتا ہے (رضی اللہ عنہ) ہمیں چاہئے کہ یکم محرم کے دن یوم فاروق اعظم منائیں اور ان کے نقش قدم پر چلیں۔

فضیلت صبر اور حرمتِ ماتم

محقق دوراں جناب علامہ حافظ نصر اللہ آسوی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ یَـاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلاۃِ اِنَّ اللہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ ﴾ ترجمہ: اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو بیشک اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے۔ (سورۃ البقرہ ۱۵۳)

اس سے تین مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ کفار پر نماز فرض نہیں اسی لیے نومسلم پر کفر کے زمانہ کی نمازیں قضا کرنا واجب نہیں ہوتیں۔ دوسرے یہ کہ خاص مصیبت میں خاص نماز پڑھنا بہتر ہے۔ تیسرے یہ کہ مخلوق سے مدد چاہنا جائز ہے کیونکہ نماز اور صبر دونوں مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿والـلّٰـهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو (الصافات:۹۶) ان سے مدد چاہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ ساری مخلوق سے افضل ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ عام مخلوق سے مدد جائز اور افضل الخلق سے مدد نا جائز ہو۔ اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے کہ اس طرح دعا کرو ﴿ ایَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴾ ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے: صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی مدد اللہ کی مدد ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے اذن سے مدد کرتے ہیں

؎ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ وفد ہوازن خدمت اقدس حضور سید عالم میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا محمد ﷺ ہم پر ایسی مصیبت نازل ہوئی ہے جو آپ پر مخفی نہیں (یعنی ہمارے مال اور عیال آپ کے پاس قیدی ہیں) یارسول اللہ ہم پر کرم فرمایئے اللہ آپ کے ذریعے ہم پر کرم فرمائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے لئے اپنے مال اختیار کرلو یا اپنی عورتیں اور بیٹے تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے ہمیں مال اور عیال کے درمیان اختیار دیا ہے تو ہم اپنی عورتوں اور بچوں کو اختیار کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو جو کچھ میرے اور میرے خاندان بنو مطلب کے پاس ہے وہ تمہارے لئے ہے ﴿ فَـاِذَا صَلَّیْتُمُ الظُّهْرَ فَقُوْمُوْا فَقُوْلُوا اِنَّا نَسْتَعِیْنُ بِرَسُوْلِ اللہِ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَوِ الْمُسْلِمِیْنَ فِی نِسَائِنَا وَاَبْنَائِنَا ﴾ اور جب تم ظہر کی نماز پڑھ چکو تو کھڑے ہوکر اس طرح کہنا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مومنوں اور مسلمانوں سے اپنے اہل و عیال کے متعلق مدد چاہتے ہیں۔ (سنن نسائی الکبریٰ ج ۴ ص ۱۲۰ الامن والعلی لنعت المصطفیٰ ص ۱۰۲، ۱۴۱)

تقدیر امم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا ۔۔۔ مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ ﴿علامہ اقبال﴾

(استعانت کے موضوع پر ,,الحقیقہ،، اگست 2010ء میں میرا مقالہ شائع ہوا ہے اسے دیکھ لیا جائے)

بیشک اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے) اس سے معلوم ہوا صابر مومن شاکر سے افضل ہے کیونکہ شاکر کے لیے زیادتی نعمت کا وعدہ ہے مگر صابر کے ساتھ رب ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ سید عالم ﷺ کو جب کوئی سخت مہم پیش آتی تو نماز میں مشغول ہوجاتے اور نماز سے مدد چاہنے میں نماز استسقاء وصلوۃ حاجت داخل ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان ص ۳۵)

امام عالی مقام نے کربلا میں اس آیت کی عملی تفسیر کر کے بتا دی

دیکھو امام تشنہ لب کیسے تھے عاشق نماز — تیغ حلق پر رواں سر تھا جھکا نماز میں

اُس کی ہمت پر علی شیرخدا کو ناز ہے — اُس نواسے پر محمد مصطفیٰ کو ناز ہے

سجدے تو سب نے کئے مگر اُس کا نیا انداز ہے — اُس نے وہ سجدہ کیا جس پر خدا کو ناز ہے

صبر کی اقسام: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: الصبر ثلاثة: صبر کی تین اقسام ہیں: ﴿الصبرُ علَی المُصیبةِ والصبر علی الطاعة والصبر عن المعصية﴾ مصیبت پر صبر، اللہ کی اطاعت پر صبر یعنی استقامت اور نافرمانی سے صبر کرنا یعنی گناہ سے رکنا۔ فَمَنْ صَبَرَعلَی المُصیبةِ کَتَبَ اللهُ لَهُ ثَلا ثُمِائَةِ دَرَجَةٍ جس نے مصیبت پر صبر کیا اس کے لئے اللہ تعالیٰ تین سو درجات لکھتا ہے، مَنْ صَبَرَعلَی الطاعةِ کَتَبَ اللهُ لَهُ سِتُّمِائَةِ دَرَجَةٍ جس نے اطاعت پر صبر کیا اس کے لئے اللہ تعالیٰ چھ سو درجات لکھتا ہے،
مَنْ صَبَرَعَنِ الْمَعْصِیَةِ کَتَبَ اللهُ لَهُ تِسْعُمِائَةِ دَرَجَةٍ جس نے معصیت سے صبر کیا اس کے لئے اللہ تعالیٰ نو سو درجات لکھتا ہے۔ جامع صغیر حدیث 5137

حافظ سیوطی بیان کرتے ہیں: امام ابن ابی حاتم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ صبر کی دو قسمیں ہیں، مصیبت کے وقت صبر اچھا ہے، اور اس سے بھی اچھا صبر ہے اللہ کے محارم سے صبر کرنا (یعنی نفس کو حرام کاموں سے روکنا)

صابرین بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونگے: حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ اولین اور آخرین کو جمع فرمائے گا تو ایک منادی نداء کرے گا صبر کرنے والے کہاں ہیں وہ حساب سے پہلے جنت میں داخل ہو جائیں کچھ لوگ اٹھ کھڑے ہونگے تو فرشتے انہیں دیکھ کر پوچھیں گے کہاں جا رہے ہو؟ وہ کہیں گے جنت میں، فرشتے کہیں گے حساب سے پہلے؟ وہ جواب دیں گے ہاں، فرشتے کہیں گے تم کون ہو؟ وہ کہیں گے ہم صبر کرنے والے ہیں۔ فرشتے کہیں گے تمہارا صبر کیا تھا؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے اللہ کی اطاعت پر صبر کیا اور اللہ کی نافرمانی سے صبر کیا یہاں تک کہ اللہ نے ہمیں وفات دی، فرشتے کہیں گے تم ایسے ہی ہو جیسا کہ تم نے کہا جنت میں داخل ہو جاؤ کام کرنے والوں کا کیا اچھا اجر ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صابرین کو بغیر حساب اجر ہے۔ (تفسیر ابن کثیر سورہ بقرہ آیت 153)

صبر کے معانی: صبر کا معنی ہے کسی چیز کو تنگی میں روکنا، نیز کہتے ہیں کہ نفس کو عقل اور شریعت کے تقاضوں کے مطابق روکنا صبر ہے۔ مختلف مواقع اور محل استعمال کے اعتبار سے صبر کے مختلف معانی ہیں، مصیبت کے وقت نفس کے ضبط کرنے کو صبر کہتے ہیں، اس کے مقابلہ میں جزع اور بے قراری ہے، اور جنگ میں نفس کے ثابت قدم رہنے کو بھی صبر کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں بزدلی ہے، حرام کاموں کی تحریک کے وقت حرام کاموں سے رکنے کو بھی صبر کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں فسق ہے،
عبادت میں مشقت جھیلنے کو بھی صبر کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں معصیت ہے، قلیل روزی پر قناعت کو بھی صبر کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں حرص ہے، دوسروں کی ایذا رسانی برداشت کرنے کو بھی صبر کہتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں انتقام ہے۔

ماتم کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ مصیبت پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اپنی مصیبت یا مصائب اہل بیت کو یاد کر کے ماتم کرنا یعنی ہائے ہائے، واویلا کرنا، چہرے یا سینے پر طمانچے مارنا، کپڑے پھاڑنا، بدن کو زخمی کرنا، نوحہ وجزع فزع کرنا یہ باتیں خلاف صبر اور ناجائز وحرام ہیں جب خود بخود دل پر رقت طاری ہو کر آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں اور گریہ آ جائے تو یہ رونا نہ صرف جائز بلکہ موجب رحمت وثواب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
﴿ ولا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لا تَشْعُرُوْنَ﴾ اور جو خدا کے راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں ﴾ (سورہ البقرۃ آیت 154)

کافر ہے جو منکر ہے حیات شہداء کا | ہم زندۂ جاوید ماتم نہیں کرتے
بظاہر خاک میں ملتی نظر آتی ہے خاک ان کی | مگر ہے زندہ و پائندہ ہردم جانِ پاک ان کی
ہمیشہ احترام ان کا فروغِ آدمیت ہے | مگر یہ پیٹنا رونا تو رسمِ جاہلیت ہے
نہ جانو مردہ آبِ تیغ کے لذّت چشیدوں کو | خدا ضائع نہیں کبھی اپنے شہیدوں کو
لہٰذا یہ بکا یہ پیٹنا یہ سوگ یہ ماتم | یہ کپڑے پھاڑ لینا یہ بین کرنا بیٹھ کر باہم
کرو پرہیز ان سے، جاہلیت کی ہیں یہ باتیں | بجائے ان کے لازم شکرِ حق ہے اور مناجاتیں

اب شہداء کا ماتم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ وہ زندہ ہیں ماتم تو مردہ کا بھی جائز نہیں تو زندہ کا ماتم کرنا اور بھی بیوقوفی ہے۔امام عالی مقام کا امتحان تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں امتحان میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی دی اور جنتی نوجوانوں کا سردار اور سید الشہد ابنا دیا اگر کوئی امتحان میں فیل ہو جائے تو اس کا افسوس ہوتا ہے کہ ساری محنت ضائع گئی لیکن اگر کوئی امتحان میں پوزیشن حاصل کرے یا کم از کم پاس ہی ہو جائے تو مبارک باد دیتے ہیں مٹھائیاں بانٹتے ہیں کوئی افسوس اور تعزیت نہیں کرتا ہم تو امام عالی مقام کو کامیاب سمجھتے ہیں قرآن خوانی اور ان کا ذکر کرکے اور ان کی منقبت پڑھ کر ان کی یاد شاندار طریقے سے مناتے ہیں اور جو لوگ ان کا ماتم کرتے ہیں نامعلوم وہ امام پاک کے متعلق کیا گمان رکھتے ہیں۔

تین دن سے زیادہ سوگ کی بھی اجازت نہیں ہے: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو عورت اللہ اور آخرت پر ایمان لائی ہو اُس کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ کرے، البتہ اپنے خاوند کی (موت پر) چار ماہ دس دن سوگ کرے۔(بخاری حدیث:۱۲۹۹ کتاب الجنائز، مسلم؛ حدیث:۹۳۵، مشکوۃ حدیث:۱۷۴۳ کتاب الجنائز)

فقہ جعفریہ کے بانی اور اہل بیت کے چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ﴿ لیس لاحدٍ ان یَحِدَّ اکثرَ من ثلاثۃِ ایام الا المراۃَ علی زوجِھا حتی تَنْقَضِیَ عِدَّتُھا﴾ کسی مسلمان کو کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا سوائے عورت کے کہ وہ عدت کے ختم ہونے تک اپنے خاوند کی موت پر سوگ کرسکتی ہے۔(من لا یحضرہ الفقیہ ج۱)

اس حدیث سے ان لوگوں کو عبرت لینی چاہئے جو ہر سال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سوگ مناتے ہیں اور دس دن سینہ کوبی کرتے ہیں چارپائی پر نہیں سوتے اچھا لباس نہیں پہنتے اور کالے کپڑے پہنتے ہیں ہاں ایصالِ ثواب کرنا اُن کی یاد منانا اور ذکر اذکار جائز ہے یہ سوگ نہیں ہے۔

مسلماں کا شرف یہ ہے کہ صابر اور شاکر ہو | خیال و فعل میں حق ہی کا شاغل اور ذاکر ہو

ماتم کی ممانعت: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ فوت ہوئیں تو عورتیں رونے لگیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کوڑے سے مارنے کا ارادہ کیا تو انہیں حضور نے اپنے ہاتھ سے ہٹادیا اور فرمایا: اے عمر چھوڑو بھی پھر فرمایا: اے عورتوں شیطانی آواز سے پرہیز کرنا پھر فرمایا: ﴿ مَھْمَا یَکُنْ مِنَ الْقَلْبِ وَالعَیْنِ فَمِنَ اللہِ عزوجل وَمِنَ الرَّحْمَۃِ ومَھْمَا کان مِنَ الیَدِ وَالـلسانِ فَمِنَ الشیطانِ﴾ جس غم کا اظہار آنکھ اور دل سے ہو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور رحمت ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے۔((مشکوۃ کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت 1748) احمد حدیث 3093)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿ لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاھِلِیَّۃِ﴾ وہ ہم میں سے نہیں جو منہ پیٹے، گریبان پھاڑے اور ایام جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرے۔((بخاری حدیث:۱۲۹۷، مسلم حدیث:۱۰۳، مشکوۃ حدیث:۱۷۲۵ کتاب الجنائز باب البکاء))

یعنی میت وغیرہ پر منہ پیٹنے، کپڑے پھاڑنے، رب تعالیٰ کی شکایت، بے صبری کی بکواس کرنے والا ہماری جماعت یا ہمارے طریقہ والوں

سے نہیں ہے یہ کام حرام ہیں ان کا کرنے والا سخت مجرم۔ یہ عام میت کا حکم ہے لیکن شہید تو بحکمِ قرآن زندہ ہیں انہیں پیٹنا تو اور زیادہ جہالت ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار چیزیں ہیں جن کو لوگ نہیں چھوڑیں گے، حسب ونسب پر فخر کرنا، دوسرے شخص کو نسب کا طعنہ دینا، ستاروں کو بارش کا سبب جاننا، اور نوحہ کرنا اور نوحہ کرنیوالی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے قیامت کے دن گندھک اور جرب کی قمیص پہنائی جائے گی۔ ((مسلم حدیث:۹۳۴، مشکوۃ حدیث:۱۷۲۷ کتاب الجنائز باب البکاء۔(شعوں کی معتبر کتاب ,,حیات القلوب،، ملا باقر مجلسی جلد ۲ ص:۶۷۷))

میت کے سچے اوصاف بیان کرنا ندبہ ہے اور اُس کے جھوٹے اوصاف بیان کرنا نوحہ ہے ندبہ جائز ہے نوحہ حرام ہے۔ گندھک میں آگ بہت جلد لگتی ہے اور سخت گرم بھی ہوتی ہے اور جرب وہ کپڑا ہے جو سخت خارش میں پہنایا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے نائحہ پر اُس دن خارش کا عذاب مسلط ہوگا کیونکہ وہ نوحہ کرکے لوگوں کے دل مجروح کرتی تھی تو قیامت کے دن اُسے خارش سے زخمی کیا جائے گا۔ (مراۃ جلد ۲ ص:۵۰۳)

خدا ضائع نہیں کبھی اپنے شہیدوں کو ——— نہ جانو مردہ آب تیغ کے لذّت چشیدوں کو
یہ کپڑے پھاڑ لینا یہ سوگ یہ ماتم ——— لہٰذا یہ بکا یہ پیٹنا یہ بین کرنا بیٹھ کر باہم
بجائے ان کے لازم شکرِ حق ہے اور مناجاتیں ——— کرو پرہیز ان سے، جاہلیت کی ہیں یہ باتیں

دو کفریہ کام: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿ اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ : اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ ﴾ لوگوں میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے وہ کفر میں مبتلا ہیں، کسی کے نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔ ((مسلم حدیث:۶۷ کتاب الایمان))

اس حدیث میں میت پر نوحہ کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ حلال سمجھ کر میت پر نوحہ کرنا کفر ہے اور اگر اس کام کو بُرا سمجھ کر کیا جائے تو یہ حرام ہے

دو ملعون آوازیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿ صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ فِي الدُّنيا وَالاٰخِرَةِ مِزْمَارٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَرَنَّةٌ عِنْدَ مُصِيبَةٍ ﴾ دو آوازوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے: نعمت کے وقت گانا باجہ اور مصیبت کے وقت چلا کر آواز بلند کرنا یعنی نوحہ اور ماتم وغیرہ (بزار حدیث 795 ،ترغیب امام منذری کتاب الجنائز حدیث 5179)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نوحہ کرنے والی عورتوں کی جہنم میں دو صفیں بنائی جائیں گی، ایک صف ان کے دائیں طرف اور ایک صف ان کے بائیں طرف تو وہ عورتیں دوزخیوں پر کتوں کی طرح بھونکیں گی۔ (طبرانی فی الاوسط ترغیب امام منذری کتاب الجنائز حدیث 5182)

ماتم کی ابتداء: سب سے پہلے ابلس نے ماتم کیا تھا۔

علامہ شفیع بن صالح شیعی عالم لکھتے ہیں کہ: شیطان کو بہشت سے نکالا گیا تو اس نے نوحہ (ماتم) کیا۔ حدیث پاک میں ہے۔ کہ غناء ابلیس کا نوحہ ہے۔ یہ ماتم اُس نے بہشت کی جدائی میں کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ماتم کرنے والا کل قیامت کے دن کتے کی طرح آئے گا اور آپ نے یہ بھی فرمایا: کہ ماتم اور مرثیہ خوانی زنا کا منتر ہے۔ شیعہ کی معتبر کتاب ,,((مجمع المعارف حاشیہ برحلیۃ المتقین ،، ص 142 ص:۱۶۲ در حرمت غنا مطبوعہ تہران طبع جدید))

امام حسین رضی اللہ عنہ کا پہلا باقاعدہ ماتم کوفہ میں آپ کے قاتلوں نے کیا۔ (جلاء العیون ص 426-424 مطبوعہ ایران)

پھر دمشق میں یزید نے اپنے گھر کی عورتوں سے تین روزہ ماتم کرایا۔ (جلاء العیون ص 445 مطبوعہ ایران)

ابن زیاد نے آپ کے سر مبارک کو کوفہ کے بازاروں میں پھرایا۔ کوفہ کے شیعوں نے رورو کر کہرام برپا کر دیا شیعوں کی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ کوفہ والوں کو روتا دیکھ کر سیدنا امام زین العابدین نے فرمایا: ﴿ان ھؤلاء یبکون علینا فمن قتلنا غیرھم﴾ یہ سب خود ہی ہمارے قاتل ہیں اور خود ہی ہم پر رو رہے ہیں۔ (احتجاج طبرسی جلد۲ص۲۹)

حضرت سیدہ طاہرہ زینب نے فرمایا: کہ تم لوگ میرے بھائی کو روتے ہو؟ ایسا ہی سہی۔ روتے رہو۔ تمہیں روتے رہنے کی کھلی چھٹی ہے۔ کثرت سے رونا اور کم ہنسنا۔ یقیناً تم رو کر اپنا کا ناپن چھپا رہے ہو۔ جب کہ یہ بے عزتی تمہارا مقدر بن چکی ہے۔ تم آخری نبی کے لخت جگر کے قتل کا داغ آنسوؤں سے کیسے دھو سکتے ہو جو رسالت کا خزانہ ہے اور جنتی نوجوانوں کا سردار ہے۔ (احتجاج طبرسی ج ۲ ص۳۰) اسی طرح شیعہ کی کتاب مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ کوفہ کے لوگ شیعہ تھے۔ (مجالس المومنین ج۱ص ۵۶)

شیعوں نے امام حسین کو چھوڑ دیا: امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا: کہ مجھے خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا ہے اور شیعوں نے ہماری مدد سے ہاتھ اٹھا لیا ہے جو چاہتا ہے ہم سے الگ ہو جائے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ (جلاء العیون ص 421 مصنفہ ملا باقر مجلسی، منتہی الاعمال مصنفہ شیخ عباس قمی ص 238)

مذکورہ بالا خطبہ سے معلوم ہو گیا کہ قاتلان حسین شیعہ تھے اور یہی وجہ ہے کہ علمائے شیعہ نے خود اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ ملا خلیل قدوینی لکھتا ہے: ان کے (یعنی شہدائے کربلا کے) قتل ہونے کا باعث شیعہ امامیہ کا قصور ہے تقیہ سے۔ (صافی شرح اصول کافی)

کوفیوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے: ملا باقر مجلسی ۱۵۰ خطوط کا مضمون بایں الفاظ تحریر کرتا ہے۔ ایں عریضہ ایست بخدمت جناب حسین بن علی از شیعان وفدویان ومخلصان آنحضرت) ترجمہ: یہ عریضہ شیعوں فدیوں اور مخلصوں کی طرف سے بخدمت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما۔ (جلاء العیون ص 358)

ان تمام بیانات سے معلوم ہوا کہ امام حسین کے قاتل بھی شیعہ تھے اور ماتم کی ابتداء کرنے والے بھی شیعہ تھے اور ان ماتم کرنے والوں میں یزید بھی شامل تھا۔ اب اگر امام حسین کے غم میں رونے یا ماتم کرنے سے بخشش ہو جاتی ہے تو بخشش کا سرٹیفکیٹ کوفیوں کو بھی مل جائے گا اور یزیدیوں کو بھی مل جائے گا۔

بارہ اماموں کے عہد تک موجودہ طرز ماتم کا یہ انداز روئے زمین پر کہیں موجود نہ تھا۔ چوتھی صدی ہجری 352ھ میں المطیع للہ عباسی حکمران کے ایک مشہور امیر معز الدولہ نے یہ طریق ماتم و بدعات عاشورہ ایجاد کیں۔ اور دس محرم کو بازار بند کر کے ماتم کرنے اور منہ پر طمانچے مارنے کا حکم دیا۔ اور شیعہ کی خواتین کو چہرہ پر کالک ملنے، سینہ کوبی اور نوحہ کرنے کا حکم دیا۔ اہل سنت ان کو منع کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اسلئے کہ حکمران شیعہ تھا۔ شیعوں کی کتاب ,, منتہی الاعمال ج۱ص 452 اور اہل سنت کی کتاب ,, البدایہ والنہایہ ج۱۱ص 243 (تاریخ الخلفاء ص 378)

بے صبری سے عمل ضائع ہوتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یَنْزِلُ الصَّبْرُ عَلَى قَدْرِ الْمُصِيبَةِ وَمَنْ ضَرَبَ يَدَهُ عَلَى فَخِذَيْهِ عِنْدَ مُصِيبَةٍ حَبِطَ عَمَلُهُ صبر کا نزول مصیبت کی مقدار پر ہوتا ہے (یعنی جتنی بڑی مصیبت اتنا بڑا صبر درکار ہوتا ہے) جس نے بوقت مصیبت اپنے رانوں پر ہاتھ مارے تو اُس کے تمام اچھے اعمال ضائع ہو گئے۔ (شیعوں کی معتبر کتاب ,, نہج البلاغہ،، ص:۴۹۵ باب المختار من حکم امیر المومنین حکم :۱۴۴) شرح نہج البلاغہ لابن میثم ج۵ص 588)

بے صبر کے پاس ایمان نہیں: امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الصبرُ مِنَ الایمان بِمَنْزِلَةِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَلا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا صَبْرَ لَهُ صبر کا مقام ایمان میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا آدمی کے جسم میں اس کے پاس ایمان نہیں جس کے ہاں صبر نہیں۔ (جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق ص:۱۳۲ الفصل (۷۱) فی الصبر)

فرمان امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ: الصبرُ مِنَ الایمان بِمَنْزِلَةِ الرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ فَاِذَا ذَهَبَ الرَّاْسُ ذَهَبَ الْجَسَدُ كَذَالِكَ اِذَا ذَهَبَ الصَّبْرُ ذَهَبَ الْاِيْمَانُ صبر کا ایمان سے ایسا تعلق ہے جیسا کہ جسم انسانی کے ساتھ سر کا جب سر نہ رہے جسم نہیں رہتا اسی طرح جب صبر نہ رہے ایمان نہیں رہتا۔(اصول کافی جلد۲ص:۸۷ کتاب الایمان والکفر باب الصبر)

عن ابی عبدالله علیه السلام قال قال رسول اللهﷺ ضَرْبُ الْمُسْلِمِ يَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ عِنْدَ الْمُصِيْبَةِ اِحْبَاطٌ لِاَجْرِهِ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ رانوں پر مارنا اس کے اجر وثواب کو ضائع کر دیتا ہے۔یعنی ماتم سے نیکیاں برباد ہوتی ہیں۔(فروع کافی جلد سوم کتاب الجنائز باب الصبر والجزع)

ماتم پیغمبر، امام یا شہید کا بھی نا جائز ہے: نبی کریمﷺ نے اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا۔ اذاانا مِتُّ فلاتَخْمِشِي عَلَيَّ وَجْهاً ولا تَنْشُرِي عَلَيَّ شَعْراً ولاتُنَادِيْ بِالوَيْلِ وَالْعَوِيْلِ ولا تُقِيْمِيْ عَلَيَّ نَائِحَةً ۔ بیٹی جب میں انتقال کر جاؤں تو میری وفات پر اپنا منہ نہ پیٹنا اپنے بال نہ کھولنا اور ویل عویل نہ کرنا اور نہ ہی مجھ پر نوحہ کرنا۔(فروع کافی جلد۵ص ۵۲۷ کتاب النکاح باب صفۃ مبایعۃ النبی ﷺ) حیات القلوب ج۲ص 687 وجلاء العیون ص65))

نبی کریمﷺ کی وفات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ﴿لو لا اَنَّكَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَيْكَ مَاءَ الشُّئُوْنِ﴾ یارسول اللہ! اگر آپ نے ہمیں صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور ماتم کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ کا ماتم کر کے آنکھوں اور دماغ کا پانی خشک کر دیتے۔((شرح نہج البلاغہ لابن میثم شیعہ ج۴ص 409 مطبوعہ قدیم ایران))

کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی اپنی بہن کو وصیت: يا اُخْتَاهُ اِتَّقِي اللهَ وَتَعَزِّيْ بِعَزَاءِ اللهِ وَاعْلَمِي اَنَّ اَهْلَ الارضِ يَمُوْتُوْنَ وَاَهْلُ السماءِ لايَبْقَوْنَ جَدِّيْ خَيْرٌ مِنِّيْ وَاَبِيْ خَيْرٌ مِنِّيْ وامي خَيْرٌ مِنِّيْ واخي خَيْرٌ مِنِّيْ وَلِيْ وَلِكُلِّ مُسْلِمٍ بِرَسُوْلِ الله ﷺ اُسْوَةٌ فَعَزَّا مَابِهَذَا وَنَحْوِهِ وقَالَ لَهَا يا اُخَيَّةُ اِنِّي اُقْسِمُ عَلَيْكِ فَابَرِّيْ قَسَمِيْ لاتُشُقِّيْ عَلَيَّ جَيْباً ولا تَخْمِشِيْ عَلَيَّ وَجْهاً ولا تَدْعِيْ عَلَيَّ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ إذا أنا هَلَكْتُ﴾

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں اپنی بہن سیدہ کو زینب کو وصیت کی فرمایا: اے پیاری بہن! اللہ سے ڈرنا اور اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق تعزیت کرنا خوب سمجھ لو۔ تمام اہل زمین مرجائیں گے اہل آسمان باقی نہ رہیں گے میرے نانا، میرے بابا، میری والدہ اور میرے بھائی سب مجھ سے بہتر تھے۔ میرے اور ہر مسلمان کے لئے رسول اللہﷺ کی زندگی اور آپ کی ہدایات بہترین نمونہ ہیں۔ تو انہی کے طریقہ کے مطابق تعزیت کرنا اور فرمایا: اے ماں جائی میں تجھے قسم دلاتا ہوں میری قسم کی لاج رکھتے ہوئے اُسے پورا کر دکھانا۔ میرے مرنے پر اپنا گریبان نہ پھاڑنا اور میری موت پر اپنے چہرہ کو نہ خراشنا اور نہ ہی ہلاکت اور بربادی کے الفاظ بولنا۔(الارشاد للشیخ مفید ص:۲۳۲ فی مکالمۃ الحسین مع اختہ زینب ،اعلام الوریٰ ص:۲۳۶ امرالامام اختہ زینب بالصبر ،جلاء العیون جلد۲ص:۵۵۳ فارسی مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ ایران)اخبار ماتم ص399)

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں: کہ امام حسین نے میدانِ کربلا میں جانے سے پہلے اپنی بہن زینب کو وصیت فرمائی: اے میری معزز بہن میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ جب میں اہل جفا کی تلوار سے عالمِ بقا میں رحلت کر جاؤں تو گریبان چاک نہ کرنا، چہرے پر خراشیں نہ ڈالنا اور واویلا نہ کرنا۔(جلاء العیون جلد۲ص:۵۵۳ فارسی مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ ایران)

شاعر نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی وصیت کو اپنے انداز میں پیش کیا:

اللہ کو سونپا تمہیں اے زینب و کلثوم — لگ جاؤ گلے تم سے بچھڑتا ہے یہ مظلوم
اب جاتے ہی خنجر سے کٹے گا میرا یہ حلقوم — ہے صبر کا اماں کے طریقہ تمہیں معلوم

مجبور ہیں ناچار ہیں مرضیء خدا سے — بھائی نہیں جی اُٹھنے کا فریاد و بکا سے
جس وقت مجھے ذبح کرے فرقہء ناری — رونا نہ سنو آئے نہ آواز تمہاری
بے صبروں کا شیوہ ہے بہت گریہ و زاری — جو کرتے ہیں صبر اُن کی خدا کرتا ہے یاری
ہو لاکھ ستم رکھیو نظر اپنے خدا پر — اس ظلم کا انصاف ہے اب روزِ جزا پر

ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ سات آدمیوں کا قبر میں منہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا جاتا ہے(۱) شراب بیچنے والا(۲) شراب لگا تار پینے والا(۳) ناحق گواہی دینے والا(۴) جواباز(۵) سودخور(۶) والدین کا نافرمان(۷) ماتم کرنے والا شیعہ کی معتبر کتاب۔مجمع المعارف حاشیہ برحلیۃ المتقین ص:۱۶۸ درحرمت غنا مطبوعہ تہران طبع جدید)) گانا گانے والے اور مرثیہ خوان کو قبر سے اندھا اور گونگا کر کے اٹھایا جائے گا

رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ غنا کرنے والا اور مرثیہ خواں کو قبر سے زانی کی طرح اندھا اور گونگا کر کے اٹھایا جائے گا۔اور کوئی گانے والا جب مرثیہ خوانی کے لئے آواز بلند کرتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ دو شیطان اُس کی طرف بھیج دیتا ہے۔جو اُس کے کندھے پر سوار ہو جاتے ہیں۔وہ دونوں اپنے پاؤں کی ایڑیاں اُس کی چھاتی اور پشت پر اُس وقت تک مارتے رہتے ہیں۔جب تک وہ نوحہ خوانی ترک نہ کرے۔((شیعہ کی معتبر کتاب: مجمع المعارف حاشیہ برحلیۃ المتقین ص:۱۶۳ درحرمت غنا مطبوعہ تہران طبع جدید))

حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک عورت کتے کی شکل میں دیکھی۔کہ فرشتے اُس کی دبر(پاخانے کی جگہ) سے آگ داخل کرتے ہیں۔اور منہ سے آگ باہر آجاتی ہے۔اور فرشتے گرزوں کے ساتھ اس کے سر اور بدن کو مارتے ہیں۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا میرے بزرگوار ابا جان مجھے بتلائیے۔کہ ان عورتوں کا دنیا میں کیا عمل اور عادت تھی۔کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس قسم کا عذاب مسلط کر دیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا: کہ وہ عورت جو کتے کی شکل میں تھی اور فرشتے اُس کی دبر میں آگ جھونک رہے تھے۔وہ مرثیہ خواں، نوحہ کرنے والی اور حسد کرنے والی تھی۔
((شیعہ کی معتبر کتاب: حیات القلوب جلد۲ص:۵۴۳ باب بست وچہارم درمعراج آنحضرت، عیون اخبار الرضا جلد۲ص:۱۱، انوار نعمانیہ جلد۱ص۲۱۶))

نہ صرف ماتم کرنے بلکہ سننے کی بھی ممانعت ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿ لَعَنَ رسولُ اللہِ ﷺ اَلنَّائِحَۃَ وَالْمُسْتَمِعَۃَ ﴾ رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی پر لعنت فرمائی۔((ابوداود حدیث ۳۱۲۸، مشکوۃ حدیث:۱۷۳۲ کتاب الجنائز باب البکاء))

کیونکہ اکثر عورتیں ہی نوحہ کرتی ہیں اس لئے مؤنث کا صیغہ استعمال فرمایا تو جو مرد ہو کر نوحہ کرے تو وہ مرد نہیں زنانہ ہے۔

شیعہ حضرات کے شیخ صدوق نقل کرتے ہیں ﴿ نہی رسولُ اللہِ عَنِ الرَّنَّۃِ عِندَ المصیبۃِ ونہی عَنِ النِّیَاحَۃِ وَالاستِمَاعِ اِلَیھَا ﴾
رسول اللہ ﷺ نے بوقت مصیبت بلند آواز سے چلانے، نوحہ و ماتم کرنے اور سننے سے منع فرمایا۔ (من لایحضرہ الفقیہ ج۴ص۳)

ایک شبہ: فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی تو ﴿ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُہٗ فِی صَرَّۃٍ فَصَکَّتْ وَجْھَھَا ﴾ آپ کی بیوی چلانے لگیں پس اپنا منہ پیٹ لیا ((شیعہ ترجمہ)) معلوم ہوا کہ ماتم کرنا حضرت سارہ کی سنت ہے۔

جواب: کوئی شیعہ اس آیت سے حضرت سارہ کا ماتم کے لئے پیٹنا ہرگز ثابت نہیں کر سکتا کیونکہ قدیم ترین شیعہ مفسر علامہ قمی کے مطابق فَصَکَّتْ پیٹنے کے معنی میں نہیں ہے غَطَّتْ ڈھانپنے کے معنی میں ہے۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت سارہ عورتوں کی جماعت میں آئیں اور حیا سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا کیونکہ جبریل علیہ السلام نے انہیں اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تھی۔((تفسیر قمی ج۲ص 330))

اگر اب بھی تسلی نہ ہوئی تو شیعہ صاحبان کو چاہئے کہ ماتم شہداء کی بجائے بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری سن کر کرنا چاہئے تا کہ اپنے خیال کے

مطابق سنت سارہ پر عمل پیرا ہوسکیں۔اہل بیت کرام نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے صبر کا مظاہرہ فرمایا نہ خود ماتم کیا اور نہ کرنے کا حکم دیا اور ہم محبّ اہل بیت ہیں اور اُن کے قول و فعل کو اپناتے ہوئے صبر کا اظہار کرتے ہیں اور جو رسول اللہ ﷺ اور ائمہ کرام کے فرمان کو نہ مانے اور بے صبری کا مظاہرہ کرے وہ محبّ اہل بیت نہیں ہوسکتا۔

اہل بیت کے محبّ صرف سنی ہیں: شیعہ مجتہد شیخ صدوق نے جامع الاخبار میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ. جو اہل بیت کی محبت میں مراوہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ پر مرا ہے (جامع الاخبار مصنفہ شیخ صدوق ص:۱۸۹ الفصل الحادی والثلاثون والمائۃ فی الموت مطبوعہ نجف اشرف)

اہل سنت والجماعت ناجی جماعت ہے: وَلَيْسَ عَلَى مَنْ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلا شِدَّةُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ جو اہل سنت والجماعت کے عقیدہ پر مرا اسے نہ عذاب قبر ہوگا اور قیامت کی پریشانی۔(جامع الاخبار از شیخ صدوق ص ۸۷ الفصل السادس والثلاثون فی صلاۃ الجمعۃ مطبوعہ نجف اشرف۔)

شیعہ حضرات کی دونوں حدیثوں سے ثابت ہوگیا کہ اہل بیت کی محبت میں مرنا اسی کو نصیب ہوتا ہے جو اہل سنت والجماعت ہو اور اہل سنت کو عذاب قبر ہوگا اور نہ قیامت کی پریشانی۔اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا تقاضا ہے کہ سنی بن جائیں کیونکہ آپ کا مسلک اہل سنت تھا۔جیسا کہ آپ نے فرمایا: وَاَمَّا اَهْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّكُوْنَ بِمَا سَنَّهُ اللهُ لَهُمْ وَرَسُوْلُهٗ اہل سنت تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ان طریقوں کو مضبوطی سے تھامنے والے ہیں جو ان کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔((احتجاج طبرسی مصنف احمد بن ابی طالب شیعہ جلد اول ص ۲۴۶ مطبوعہ قم طبع جدید و طبع قدیم ص ۹۰ مطبوعہ نجف اشرف))اور اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شیعوں کے امام نہیں بلکہ سنیوں کے امام ہیں۔

امام حسن و حسین اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں: میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مخالفین سے خطاب کرتے ہوئے اپنے خطبہ میں فرمایا: تحقیق رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور میرے بھائی (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) سے فرمایا تھا کہ ﴿ اَنْتُمَا سَيِّدَا الشَّبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَقُرَّةُ اَعْيُنِ اَهْلِ السُّنَّةِ ﴾ تم دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار اور اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔((تاریخ کامل ج ۴ ص ۶۲ مطبوعہ بیروت، تاریخ ابن خلدون مترجم حصہ دوم ص ۱۱۳))

اہل بیت کے سچے محبّ کو آگ بھی نہ جلاسکی: ضلع شیخوپورہ میں موٹروے پر خانقاہ ڈوگراں انٹرچینج کے قریب ڈیرہ سروٹھہ میں صحیح العقیدہ سنی بریلوی نوجوان محمد سرفراز پر آگ گلزار ہوگئی جبکہ منکر صحابہ شاہد نامی آگ میں جل گیا۔تفصیلات کے مطابق ۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۸ دسمبر ۲۰۰۹ء بروز پیر ڈیرہ سروٹھہ میں شاہد نامی نوجوان (جو کہ شیعہ مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہے) اپنے خود ساختہ عقیدہ کے مطابق عمل کر کے بوقت عصر اپنے ڈیرے پر پہنچا تو بعض سنی حضرات نے اسے کہا کہ "الحمد للہ ہم بھی اہل بیت کے غلام ہیں اور ہم بڑے ادب کے ساتھ قرآن خوانی اور فضائل و شہادت کا بیان سن سنا کر امام حسین کی یاد مناتے ہیں تم بھی اسی طریقہ سے امام حسین کی یاد منایا کرو، خود ساختہ نظریات چھوڑ دو،، اس پر شاہد ولد اشرف خاں نے کہا کہ "ہمارا طریقہ ٹھیک ہے اور جنت کی ٹکٹیں ہمارے پاس ہیں ہمارے علاوہ باقی سب دوزخی ہیں اور میرا چیلنج ہے کہ پورے ملک میں سے کوئی سنی آگ میں چھلانگ لگائے جو سچا ہوگا بچ جائے گا، جو جھوٹا ہوگا جل جائے گا،، یہ بات سن کر محمد سرفراز ولد محمد انور بھٹی نمبردار نے شاہد سے کہا " مجھے تیرا چیلنج منظور ہے،، چنانچہ اسی وقت آگ لگائی گئی اور محمد سرفراز شاہد کا بازو پکڑ کر آگ میں داخل ہوگیا محمد سرفراز نے آگ میں داخل ہوتے ہی شاہد کا بازو چھوڑ دیا تو شاہد کے کپڑوں کو فوری طور پر آگ لگ گئی جبکہ محمد سرفراز تین منٹ آگ کے شعلوں میں کھڑ ہو کر کلمہ طیبہ الصلاۃ والسلام علیك یارسول الله وعلى آلك وصحابك يا حبيب الله کا ورد کرتا رہا اس منظر کو موقع پر موجود بیس پچیس افراد نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔((ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ))دیوبندی مکتب فکر کے روزنامہ اسلام کی ۱۵ جنوری ۲۰۱۰ء کی اشاعت

میں بھی یہ واقعہ شائع ہوا۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ۱۹۹۸ء میں لاڑکانہ میں بھی ہوا تھا جس میں ایک وہابی اور ایک عاشق رسول محمد پناہ ٹوٹانی کا نبی کریم ﷺ کے حاضروناظر اور اختیار پر مباہلہ ہوا تھا جس پر دونوں نے آگ میں چھلانگ لگائی تھی وہابی جل گیا اور سنی کا ایک بال بھی نہ جلا کپڑے بھی محفوظ رہے۔ اللہ تعالی نے حق و باطل دنیا میں ہی دکھا دیا

ہوا گر آج بھی ابراہیم کا ایمان پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا

ان دونوں عاشقان رسول کی کیسٹ بھی مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ سے مل سکتی ہے۔

مہندی، پنجہ، گھوڑا اور تعزیہ: کہا جاتا ہے کہ کربلا میں قاسم بن حسن رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی تو حضرت قاسم نے مہندی لگائی مروجہ رسم مہندی نکالنے کی اسی کی نقل ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت مخفی نہیں کہ کربلا کا معرکہ خونی شادی کا موقع ہرگز نہ ہوسکتا تھا۔ نیز مہندی پانی میں ملا کر لگائی جاتی ہے اور اہل بیت کے لئے تو پانی بند تھا۔ یونہی پنجہ وگھوڑا نکالنا اور مروجہ تعزیہ بنانا یہ سب بدعت باطلہ اور انصاب میں داخل ہیں۔ ائمہ اہل بیت سے ان چیزوں کی قطعاً کوئی سند نہیں ملتی۔ فی الحقیقت یزیدیوں نے صرف ایک دفعہ اہل بیت پر مظالم ڈھا کر کوفہ و دمشق کے بازاروں میں گھمایا تھا لیکن یہ لوگ ہرسال یزیدیوں کے کرتوتوں کی نقل بنا کے گلی کوچوں میں گھماتے پھرتے ہیں۔ پھر اس پر دعوی محبت بھی۔ اللہ ہدایت دے۔

عشرہ محرم میں سیاہ لباس پہننا ممنوع ہے۔ مذہب مہذب اہل سنت وجماعت میں علی العموم سیاہ لباس پہننا محض مباح ہے۔ نہ تو اس پر کسی قسم کا ثواب مرتب ہوتا ہے، نہ گناہ۔ البتہ ماتم کی غرض سے سیاہ کپڑے پہننا شرعاً ضرور ممنوع ہے۔ شیعہ اثناعشریہ کے مذہب میں ماتم کا موقع ہو یا نہ، ہر حال میں سیاہ لباس سخت گناہ وممنوع وحرام ہے۔ پھر اسے ثواب جاننا بالکل الٹی گنگا بہانا اور شیعہ مذہب کے مطابق ڈبل گناہ کا مرتکب ہونا ہے۔ چنانچہ شیعہ لٹریچر کی انتہائی مستند کتب سے دلائل ملاحظہ ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا تَـلْبَسُـوا لِبَاسَ اَعْدَائی …… میرے دشمنوں کا لباس مت پہنو! اور میرے دشمنوں کے کھانے مت کھاؤ! اور میرے دشمنوں کی راہوں پر مت چلو، کیونکہ پھر تم بھی میرے دشمن بن جاؤ گے جیسا کہ وہ میرے دشمن ہیں۔ اس کتاب کا مصنف (شیخ صدوق شیعی) کہتا ہے کہ رسول اللہ (ﷺ کے دشمنوں کا لباس ,,سیاہ لباس،، ہے۔(,,عیون اخبار الرضا،،: شیخ صدوق باب ۳۰ ،الاخبار المنثورحدیث ۵۱)

شیعہ حضرات کے یہی صدوق رقمطراز ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ ﴿ لَا تَلْبَسُوا السَّوَادَ فَاِنَّهُ لِبَاسَ فرعونَ ﴾ سیاہ لباس نہ پہنا کرو کیونکہ سیاہ لباس فرعون کا لباس ہے۔ من لا یحضرہ الفقیہ: شیخ صدوق باب یصلی فیہ من الثیاب حدیث ۱۷)

مشہور شیعہ محدث جعفر محمد بن یعقوب کلینی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق نے فرمایا: ﴿اِنَّــــهُ لبـــاسُ اهــلِ النار﴾ بیشک وہ (سیاہ لباس) جہنمیوں کا لباس ہے۔((الکافی: کلینی کتاب الزی والتجمیل باب لباس السواد))

شیعوں کے مشہور محدث شیخ صدوق لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق سے سیاہ ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: ﴿لا تُصَلِّ فیها فانَّهـا لباسُ اهلِ النار﴾ سیاہ ٹوپی میں نماز مت پڑھو بیشک وہ (سیاہ لباس) جہنمیوں کا لباس ہے۔(من لا یحضرہ الفقیہ باب ما یصلی فیہ حدیث: 19765، حلیۃ المتقین ملا باقر مجلسی باب اول در لباس پوشیدن فصل چہارم در بیان رنگہائے)

کربلا جانے والے اہل بیت: حضرت امام حسین کے تین صاحبزادے (۱) علی اوسط امام زین العابدین (۲) علی اکبر (۳) علی اصغر رضی اللہ عنہم اور ایک بیٹی حضرت سکینہ جن کی عمر سات سال تھی۔ دو بیویاں بھی ہمراہ تھیں حضرت شہربانو اور علی اصغر کی والدہ

حضرت امام حسن کے چار صاحبزادے(۱) حضرت قاسم (۲) حضرت عبداللہ (۳) حضرت ابوبکر (۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہم کربلا میں شہید ہوئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پانچ:(۱) حضرت عباس (۲) حضرت عثمان (۳) حضرت عبداللہ (۴) حضرت جعفر (۵) حضرت محمد اصغر (ابو بکر) رضی اللہ عنہم حضرت علی کی کل اولاد (۲۷) ہے ان میں سے پانچ کربلا میں شہید ہوئے (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ 440/1)

حضرت عقیل کے (۴) فرزندوں سے حضرت امام مسلم پہلے ہی شہید ہو چکے تھے اور تین کربلا میں شہید ہوئے (۲) حضرت عبداللہ (۳) حضرت عبد الرحمٰن (۴) حضرت جعفر رضی اللہ عنہم

حضرت زینب امام حسین کی بہن کے دو بیٹے عون اور محمد رضی اللہ عنہم ان کے والد کا نام حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوئے

اہل بیت کرام میں سے کل سترہ افراد آپ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔(سوانح کربلا، طبری خطبات محرم جلال الدین امجدی:ص 378)

شیعہ نہ اہل بیت کو مانتے ہیں او نہ رشہداء کربلا کو حضرت امام حسن کے صرف ایک بیٹے حضرت قاسم کا نام لیتے ہیں حضرت عبد اللہ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم تین کا نام نہیں لیتے۔ اگر وہ شہداء کربلا کا نام لے لیں تو ان کا عقیدہ ختم ہو جاتا ہے کہ اہل بیت کا صحابہ کرام سے پیار تھا لئے انہوں اپنی اولاد کے نام خلفاء راشدین کے نام پر رکھے۔ اہل سنت چاروں کا نام لیتے تو حقیقت میں شہداء کربلا کو ماننے والے سنی ہیں شیعہ ان کے منکر ہیں۔

شیعہ حضرت علی کی اولاد کے بھی منکر ہیں پانچ شہداء کربلا میں سے صرف ایک نام لیتے ہیں حضرت عباس کا ان کا علم بھی لگاتے ہیں باقی چار کا نام تک نہیں لیتے حالانکہ حضرت عباس کے حضرت عثمان، حضرت عبداللہ اور حضرت جعفر کے سگے بھائی ہیں ان کی والدہ کا نام ام البنین بنت حرام ہے اور حضرت محمد اصغر (ابوبکر) بن علی کا نام بھی نہیں لیتے ان کی والدہ کا نام لیلی بنت مسعود تھا۔ تو شہداء کربلا اور اہل بیت کا منکر کون اور محب کون؟

شیعہ حضرت امام حسین کی اولاد کو امام مانتے ہیں جو کربلا میں شہید بھی نہیں ہوئے اور آپ کے سگے بھائی حضرت امام حسن کی اولاد کو امام نہیں مانتے جو کربلا میں شہید ہوئے ہیں کتنی ناانصافی ہیں اور حضرت علی کی اولاد کو بھی امام نہیں مانتے جو کربلا میں شہید ہوئے ہیں

اہل بیت کی تین قسمین ہیں (۱) اہل بیت سکونت یعنی ازواج (۲) اہل بیت ولادت (۳) اہل بیت نسب پہلی قسم اہل بیت سکونت یعنی (۱۱) ازواج میں سے صرف ایک زوجہ حضرت خدیجہ کو مانتے ہیں باقی سب کا انکار کرتے بلکہ ان کو گالیاں نکالتے ہیں حالانکہ قرآن کو ان کو اہل بیت اور مومنوں کی ماں فرمایا ہے۔ اہل سنت سب کو مانتے ہیں۔

دوسری قسم اہل بیت ولادت چار بیٹیوں میں سے صرف ایک بیٹی کو مانتے ہیں لہذا اہل بیت کے منکر ہوئے بلکہ یہ حضرت علی کی بیویوں کے بھی منکر ہیں حضرت علی کی ایک بیوی کا نام امامہ تھا یہ نبی کریم ﷺ کی نواسی تھیں حضرت زینب کی بیٹی اگر نبی کریم ﷺ کی صرف ایک ہی بیٹی تھی حضرت فاطمہ تو پھر حضرت علی کی بیوی حضرت امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ کہاں سے آ گئیں۔ معلوم ہوا کہ اہل سنت ہی اہل بیت اور اور شہداء کربلا کے محب ہیں اور شیعہ منکر اہل بیت اور منکر شہداء کربلا ہیں۔

ہندو مذہب اسلام کے کٹہرے میں

﴿علامہ سعید محمد عامر آسوی حسینی نقشبندی﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿آخری قسط﴾

جدید ہندو مذہب

۳۰۰ء سے ۱۰۰۰ء تک کا زمانہ تاریخ ہند میں پرانوں کا دور کہلاتا ہے کیونکہ اس زمانے میں ۱۸ پران تصنیف ہوئے۔ بدھ مت اور جین مت کو نیچا دکھانے کے لئے برہمنوں نے اپنے مذہب کی پرزور تبلیغ اسی دور میں کی نیز بت پرستی کو رواج دیا۔

بت پرستی کے اس دور میں اپنشدوں کی تعلیمات اور ویدوں کے معبود پس پشت ڈال دیئے گئے اور جو دیوتا ویدی عہد میں ثانوی حیثیت رکھتے تھے وہ اول درجے کے معبود قرار دیئے گئے۔ مندروں کی تعمیرات زور وشور سے کی گئیں۔ آہستہ آہستہ قربانی کا رواج بھی ختم ہوگیا۔

آج ہندو دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ ایک گروہ دانشوروں اور خواص کا ہے جو اپنشدوں اور بھگوت گیتا کو سرچشمۂ الہام مانتے اور دوسرے صحیفوں کو قابل اعتناء نہیں سمجھتے۔ یہ توحید کے علمبردار ہیں تاہم ان گنت دیویوں اور دیوتاؤں کی پرستش بھی کرتے ہیں اور انہیں اسی ذات واحد کے مختلف مظاہر شمار کرتے ہیں۔

دوسرا گروہ عوام کا ہے جو بت پرستی اور رسوم کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں گروہ ذات پات کی تقسیم اور عقیدۂ تناسخ کے قائل ہیں اور انہیں اپنے مذہب کا جزوِ لاینفک سمجھتے ہیں۔

بھگوت گیتا: بھگوت گیتا کا اصل نام بھگتو گیتا اپنشد ہے جس کا معنی ہے 'بھگوان کے راز سربستہ کا اظہار'۔ یہ کتاب مہا بھارت کے باب ۲۵ تا ۴۲ پر مشتمل ہے۔ اس میں اٹھارہ ادھیاء (Chapters) اور سات سوشلوک (Text) ہیں۔ جو کرشن اور ارجن کے درمیان مکالمہ و مخاطبہ کی صورت میں ہیں۔

داس گپتا کی تحقیق کے مطابق یہ کوئی علیحدہ تصنیف نہیں بلکہ اس میں بہت کچھ اپنشدوں سے مستعار لیا گیا ہے۔ (داس گپتا جلد دوم ص ۲۷۸) کہا جاتا ہے کہ یہ کرشن جی مہاراج کی مصنفہ ہے تاہم اس میں شدید اختلاف ہے۔ بہر حال ہندو روایات کے مطابق گیتا ویدوں کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ ہندو معاشرے پر اس کا خاصا اثر ہے کیونکہ اس کتاب نے ہندو معاشرے کو رہبانیت سے نکل کر راہِ عمل پر زور دیا۔

عقیدۂ تثلیث: جب ویدک دھرم کی عدم مقبولیت بڑھ گئی تو بنیادی تبدیلیاں ناگزیر ہوگئیں۔ چنانچہ برہمنوں نے ہندو دھرم میں تین بڑے 'خدا' بنائے۔ براہمہ، شیوا، وشنو۔ ان کو تری مورتی یعنی تین شکلیں کہتے ہیں۔ ان تین خداؤں کے تحت بے شمار دیوتا اور دیویاں مقرر ہوئیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کی کل تعداد ۳۳ کروڑ ہے۔ (نگار خدا نمبر۔ ص ۶۶)

گائے کی پوجا: ہندو کلچر میں گائے بیل کی پرستش بنیادی امور میں سے ہے۔ ویدوں سے لیکر پرانوں، سمرتیوں اور مذہبی قصص تک میں اس کی پرستش اور 'عظمت' کا ذکر ہے۔ اتھرو وید کے مطابق ''سارا جہان اور کل دیوتا گویا گائے کا ہی سراپا ہے''۔ (اتھرو وید کانڈ ۹ سوکت ۷) رگ وید میں ہے۔

''بیل نے اٹھایا ہوا ہے زمین کو آسمان کو'' (رگ وید ۱۰:۳۱:۱۰)

یہ اسی تعلیم کا اثر تھا کہ قدیم ہندوستان میں دھرماتما لوگ گائے کے گوبر میں سے دانے چن چن کر کھاتے، اس کا پانی نچوڑ کر پیتے (مہا بھارت)۔ تمام دھرم شاستروں میں اس کے فضلات کھانا پینا گناہوں کی معافی کا ذریعہ خیال کیا گیا ہے۔ (منوسمرتی) (یہ شرک و جہالت سے آلودہ اس مذہب کے پیروکاروں پر سچے خدا کا عذاب نہیں تو اور کیا ہے)

مہاتما گاندھی نے کہا تھا کہ

" Freedom is no freedom at all if cow slaughter is not prohibited"

یعنی جب تک گائے ہندوستان میں ذبح ہوتی رہے گی، تب تک یہ ملک صحیح معنوں میں آزاد متصور نہیں ہوگا''

یہ قول بھی مہاتما گاندھی کا ہے

" That he makes no distinctions between the slaughter of man and that of cows"

''گائے اور آدمی کے ذبح کرنے میں کوئی فرق نہیں''

جبکہ سوامی دیانند کا کہنا ہے کہ ''وید کی رو سے ذبح گاؤ کے جرم میں ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کو ذبح کر کے گائے کو خوش کرنا چاہئے''۔

(سوامی دیانند کا رگوید بھاشن، منڈل ۱، سوکت ۱۲۱ منتر ۱۰۔ یجر وید بھاشن ادھیاء ۳۳، منتر ۱۴ وغیرہ)

منوسمرتی ادھیاء ۹، شلوک ۴۱۶ اور ۴۱۷ کے مطابق شودر کو دولت اور گائے وغیرہ رکھنے کی اجازت نہیں۔ برہمن کو ہر وقت یہ اختیار ہے کہ وہ ان سے جبراً چھین لے۔

گائے کی پوجا کا ردّ: ہم مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے رب کا ہم پر یہ سب سے بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں گائے پرستی بلکہ قسم قسم کے جملہ لاتعداد جھوٹے خداؤں سے بچا کر محض اپنے سامنے جھکایا۔ گائے کو انسان سے افضل قرار دینا نہ صرف علم و عقل کے منافی ہے بلکہ انسانیت کی توہین بھی ہے۔ قرآن کریم نے تو انسان کے سر پر ولقد کرمنا بنی ادم (بنی اسرائیل آیت ۷۰) کا تاج رکھا ہے۔ اسے اشرف المخلوقات قرار دیا ہے۔ کائنات کی جملہ اشیاء کو اسی کے لئے تخلیق کیا ہے۔ فرمایا

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا. ﴿البقرہ ۲۹﴾

ترجمہ: وہ اللہ ہے جس نے تمہارے لئے پیدا کیا وہ سب کچھ جو کچھ زمین میں ہے۔

چنانچہ انسان کی عظمت اسی میں ہے کہ وہ خدائے قدیر و رحیم جو زبردست قدرتوں کا مالک ہے کے حضور ہی جھکے، نہ کہ وہ گائے جو ہر معاملے میں اس کی محتاج ہے، کو لائق پرستش سمجھے۔ معلوم ہوا کہ ہندو مذہب حسنِ لطافت سے عاری ایک متعفن اور پلید مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو گائے

کا گوبر کھانے اور پیشاب پینے پر ابھارتا ہے۔ یونہی نہ طب اس عمل کو لائق تحسین سمجھتی ہے اور نہ عقل سلیم اس کو مستحسن کہتی ہے۔

مسئلہ نیوگ اور رد: ہر باطل مذہب کے بانیوں اور پیروکاروں نے بدکاری و بے حیائی کو کسی نہ کسی شکل میں داخل مذہب کیا ہے۔ چنانچہ ہندو مذہب بھی کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ اس نے 'نیوگ' کی صورت میں اپنے ماننے والوں کو بے حیائی و بدکاری کا 'تحفہ' دیا ہے۔ اس کے مطابق اگر کسی عورت کا شوہر مرجائے یا شوہر سے اولاد پیدا نہ ہو یا عورت بانجھ ہو تو زوجین کسی غیر سے اپنی ضرورت پوری کر سکتے ہیں۔ (ستیارتھ پرکاش ص ۱۳۸، ۱۳۷)

ایک فرقہ بام مارگی ہے جس کے پیرو جنوبی بھارت میں موجود ہیں۔ یہ ایک عورت کو کئی خاوند کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اس گناہِ عظیم کو یہ مذہب ثوابِ عظیم کے حصول کا باعث قرار دیتا ہے۔

اسلام اس فلسفے کا رد کرتے ہوئے اسے بدکاری قرار دیتا ہے نیز نکاح کو حفاظتِ عصمت کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

هُوَ لِبَاس" لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاس" لَّهُنَّ (البقرہ:۱۸۷)

ترجمہ: "وہ (عورتیں) تمہارے لباس ہیں اور تم ان (عورتوں) کے لئے لباس ہو۔"

اور لباس وہ ہے جو انسان کے قبیح امر کو ڈھانپ دے۔ (مفردات امام راغب)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ (النساء:۲۴)

ترجمہ: اور جو اس کے سوا ہیں وہ تمہارے لئے حلال ہیں۔ اس طرح کہ تم اپنے مالوں کے ساتھ ان کو چاہو نکاح میں لا کر نہ کہ شہوت رانی کرتے ہوئے۔

اس آیت کریمہ کے مطابق مرد کا جنسی تعلق صرف نکاح کے ذریعہ ہی جائز ہے، دوسری کوئی صورت جائز نہیں اور اس کے علاوہ جو بھی طریقہ کار اختیار کیا جائے گا وہ شہوت رانی اور بدکاری کا ہوگا۔ کہیں فرمایا

وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَه' بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ (الممتحنہ:۱۲)

ترجمہ: اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ بہتان کی اولاد ساتھ لائیں گی۔ جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بنالیں۔

عقیدہ تناسخ (آواگون): تناسخ کے ماننے والے "تناسخ" کے معنیٰ کرتے ہیں، نیکیوں اور گناہوں کے باعث بار بار پیدا ہونا اور مرنا۔ اسی کو سنسکرت میں آواگون کہتے ہیں۔ اس کا تصور اپنشدوں سے قبل نہیں تھا۔ (منڈک ۱۔۲، چھاندا گیہ ۵۔۳۔۱۰)

اس عقیدے کے مطابق روحوں کی تعداد محدود ہے اور (ان کا) خدا نئی روح پیدا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ہر گناہ کے بدلے میں روح ایک لاکھ چوراسی ہزار مرتبہ مختلف شکلوں میں جنم لیتی ہے (کٹھ اپنشد ۵۔۷) اور یہ کہ دنیا میں حیوانات، نباتات، جمادات اور انسانوں کا بیماری اور دکھ میں مبتلا ہونا سب پچھلے گناہوں کی وجہ سے ہے۔

وید کے جس لفظ سے ہندو پنڈتوں نے آواگون کا نظریہ اختیار کیا، وہ ہے "پنر جنم"۔ مگر یہ لفظ آواگون کے نظریے کی تردید کرتا ہے نا کہ تائید۔ سنسکرت میں 'پنر' یا 'پنہ' کا معنیٰ ہے دوبارہ یا دوسری مرتبہ۔ تو لفظ 'پنر جنم' کا معنیٰ ہوا 'دوسرا جنم'۔ دوسری زندگی یا دوبارہ زندگی۔ غرض اس سے تو

آخرت کی زندگی ثابت ہوتی ہے نا کہ بار بار پیدا ہونے کی آواگون کی بے سروپا تھیوری۔

عقیدۂ تناسخ کا رد:

1......قرآن عظیم اس نظریئے کی شدید نفی کرتا ہے۔فرمایا

اِنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْن. (الانبیاء) یعنی مردے کبھی بھی اس دنیا میں واپس نہیں آئیں گے۔(بطور قانون عام معجزے کی بابت دوسری ہے)

2......اس عقیدے کی رو سے خدا کوئی نئی روح پیدا نہیں کرسکتا۔یہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں نقص ہے۔قرآن نے اللہ تعالیٰ کیلئے **مالک یوم الدین** کہا۔یعنی جزا کے دن کا مالک۔ملک نہیں کہا، مالک کہا۔اس لئے کہ ملک محدود اختیارات کا حاکم ہوتا ہے وہ کسی مجرم کو چھوڑ نہیں سکتا۔مالک وسیع اختیارات رکھتا ہے، جسے چاہے معاف کردے۔قرآن نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں فرمایا

غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ. (المومن)

یعنی اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔

3......قائلین تناسخ بیماری، دکھ درد، تکلیف کو پچھلے جنم کے اعمال کا نتیجہ قرار دیتے ہیں جو کہ سراسر حماقت ہے۔اس کی دلیل کیا ہے؟اس بارے میں ان کی کتابیں کوئی ٹھوس جواب پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

قرآن کہتا ہے کہ دکھ سکھ سے انسان کی روحانی ترقی وابستہ ہے۔اگر انسان دکھ میں صبر و رضا کا نمونہ بنے تو خدا کی رضا و خوشنودی کا مستحق اور اگر سکھ میں شکر گذار بنے تو خدا کے مزید انعامات کا حقدار بنتا ہے۔نیز دکھ سکھ کا ذمہ دار قرآن نے خود انسان کو ٹھہرایا ہے۔فرمایا

مَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ. (الشوریٰ)

ترجمہ:اور جو تم پر مصیبت پڑتی ہے، تمہارے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔

پھر بیماری کا لگنا از روئے طب کسی نہ کسی سبب کی وجہ سے ہوتا ہے۔صحت کے اصولوں کو توڑنے کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ پچھلے جنم کی بد اعمالیوں کی وجہ سے۔

4)......سائنس بھی اس نظریے کو مسترد کرتی ہے۔اس عقیدے کی رو سے حیوانات، نباتات وغیرہ انسان کے پچھلے جنم کے اعمال کی مختلف شکلیں ہیں جبکہ سائنس کہتی ہے کہ انسان کی پیدائش سے کروڑوں سال قبل دنیا میں صرف جمادات، نباتات اور حیوانات ہی بستے تھے۔جب نباتات کی پیدائش سے قبل انسان ہی نہ تھا تو اعمال بھی نہ تھے۔لہٰذا نباتات و حیوانات انسانی اعمال کا نتیجہ نہیں۔

5......عقیدۂ تناسخ ارتقاء کے اصولوں کے بھی خلاف ہے۔دنیا میں ہر چیز آگے کی طرف رواں دواں ہے۔۔قرآن پاک نے اس مسئلہ کو لفظ 'رب' سے بیان کیا ہے۔رب کے معنی ہیں ایک چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف نشو و نما دینا، یہاں تک کہ وہ اپنے کمال کو پہنچ جائے (مفرداتِ امام راغب) جبکہ عقیدۂ تناسخ کی رو سے ایک انسان اپنے گناہ کی پاداش میں کتا، سور، مولی، گاجر وغیرہ کی جون اختیار کر لیتا ہے۔یہ ارتقاء نہیں بلکہ تنزل ہے۔

فلسفۂ ویدانت اور رَدّ: ویدانت کے معنی ہیں 'ویدوں کا آخری حصہ' یا ویدوں کا نچوڑ' اس کی بنیاد اپنشدوں کے فلسفہ پر ہے۔ہندوؤں میں فلسفہ کا ایک پورا نظام موجود ہے۔جس میں سب سے اہم فلسفہ ویدانت ہے۔اس نے ہندوؤں پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں اور ان میں اتحاد رکھا

ہے وگرنہ ہندوسماج کا شیرازہ منتشر ہو چکا ہوتا۔اس فلسفے کے ماننے والوں کا یہ کہنا ہے کہ ہم غیر خدا کی پرستش نہیں کرتے بلکہ خدا کی ہی پوجا کرتے ہیں۔کیونکہ تمام اجسام واصنام میں خدا موجود ہے لہٰذا یہ سب خدا ہیں۔المختصر!''دنیا کی ہر شے خدا میں ہے اور ہر شے میں خدا ہے'' یہ فلسفہ ویدانت ہے۔حالانکہ ان کو عقل ہوتی تو جان لیتے کہ آخروہ بھی تو اجسام میں داخل ہیں تو ان کے فلسفے کے مطابق خدا ان میں بھی موجود ہوا، پھر وہ دوسرے خدا کے سامنے کیوں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

ستی کی رسم اور اس کا رد: ستی،شوجی کی پہلی بیوی تھی جس نے خودکشی کر لی تھی۔بعد میں کسی عورت کے اپنے خاوند کے مرنے پر اس کی چتا کے ساتھ جل مرنے کو ستی کا نام دے دیا گیا۔اگرچہ انڈیا میں ستی ہونے پر پابندی ہے مگر انڈیا کے آزاد ہونے سے لیکر اب تک ۴۰ عورتوں کے ستی ہونے کا ریکارڈ سرکاری ہے تاہم غیر سرکاری و حقیقی تعداد اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جو عورتیں ستی نہیں ہوتیں وہ سفید لباس عمر بھر پہنے رکھتی ہیں۔جو تقدس کی علامت ہے۔یوں شادی نہ کر کے جوان ہندو لڑکیاں 'رنڈی' کے طعنے سن سن کر ذلت وحقارت کا شکار ہو کر ناحق مرجاتی ہیں۔

ستی کی رسم کا رد: خاوند کے مرنے پر عورت کا ستی ہونا یا اسے ایسا کرنے پر مجبور کرنا بلا جواز ہے اس کی جتنی مذمت بھی کی جائے کم ہے۔عورت کا ستی ہونا حرام کی موت ہے جبکہ ستی ہونے پر مجبور کرنا اس پر ظلم وزیادتی ہے اور اسلام دونوں باتوں سے روکتا ہے۔حرام موت مرنے والا کسی صورت جنت یا اپنے رب کی رضا کا مستحق نہیں۔یونہی ظلم کرنے والا بھی کبھی اس کے حضور سرخرو نہیں ہوسکتا۔اسلام زندگی کو عطیہ خداوندی قرار دیتا ہے اور اس عطیہ کی ناقدری کرنے والے پر عتاب فرماتا ہے۔احادیث میں ایک شخص کا تذکرہ ملتا ہے جو بڑی جوانمردی سے کافروں سے لڑتا ہے۔لیکن زبانِ رسالتمآب اس کے جہنمی ہونے پر مہر ثبت کرتی ہے۔چنانچہ بعد میں ہوا یوں کہ جب وہ شخص زخمی ہو گیا تو خودکشی کر کے حرام موت کا مرتکب ہوا (بخاری) اس طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالیشان حق ثابت ہوا اور دنیا کو معلوم ہو گیا کہ جہاد جیسا افضل عمل بھی خودکشی کے داغ کو دھو نہیں سکتا۔

اسی طرح اگر عورت کو ستی ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے تو ظاہر ہے یہ سیدھا سادا قتل ہے اور ایک شخص کا قتل ہمارے مذہب کے نزدیک پوری انسانیت کا قتل ہے۔

پھر ہندو عورت اگر ستی نہ بھی ہو تو عمر بھر اسے 'رنڈی' کے طعنے کی ذلت برداشت کرنا ہوتی ہے، یہ بھی کسی صورت مستحسن نہیں۔اسلئے کہ شوہر کو مارنے میں اس بے چاری کا آخر قصور ہی کیا ہے۔اسی طرح اس کی دوسری شادی کی راہ میں روڑے اٹکا کر فطری تقاضوں کو پسِ پشت ڈالا جاتا ہے۔معلوم ہوا کہ ہندو مذہب میں عورت پر سکون نہیں بلکہ اضطراب و کسمپرسی کے عالم میں ہے۔

اسلام اور ہندومت کا موازنہ

☆......اسلام ایک عالمگیر اور آفاقی مذہب ہے۔فرمانِ قرآن ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ (یوسف ۱۲:۱۰۴)

یعنی ''یہ کتاب تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے''

ایک جگہ ارشاد ہوا

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡراً وَّ نَذِيۡراً (سبا۳۴:۲۸)

یعنی "اے رسول (ﷺ) ہم نے تجھے تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے"

جبکہ ہندومت کا تعلق صرف ہندوستانی قوم کے ساتھ ہے۔ دوسری قوموں کو شمولیت کا حق نہیں دیتا۔ نیز دوسری قوموں کے ساتھ اس کا رویہ معاندانہ ہے۔ اپنے مذہب سے متاثر کرنے کا جذبہ ان میں نہیں۔ یہ تو انہیں مار ڈالنے، جلا دینے، دریا میں غرق کر دینے، ہاتھ پاؤں توڑ دینے کا حکم دیتا ہے۔ (یجر وید ۱۳، منتر ۱۲۔ یجر وید ۱۵:۱۸، ۱۶:۶۵، ۱:۲۸۔ اتھر وید کانڈ ۴، سوکت ۲۲ منتر)

☆...... اسلام ذات پات کی نفی کرتا ہے اور تمام مسلمانوں کو خواہ وہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتے ہوں انہیں بھائی بھائی قرار دیتا ہے۔ امیر، غریب، ادنیٰ، اعلیٰ کا تصور اسلام میں نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَةٌ (الحجرات ۴۹:۱۱)

ترجمہ: بے شک مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اور فرمایا

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ (النساء آیت ۱)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا۔

ہندومت کے ماتھے پر برہمن، کشتری، ویش، شودر کی تقسیم کا بدترین داغ ہے۔ جسے دھونے سے نہ انہیں کوئی دلچسپی ہے اور نہ کوئی کوشش کبھی انہوں نے کی، اگرچہ دنیا بھر سے ان پر لعن طعن ہوئی۔ جبکہ اسلام نے کسی سے نفرت نہیں سکھائی بلکہ اخوت و بھائی چارہ کا درس دیا ہے۔ فرمایا

وَلَا تُصَعِّرۡ خَدَّكَ لِلنَّاسِ (لقمٰن آیت ۱۸)

اور لوگوں سے نفرت کر کے اپنا رخ مت پھیر

ایک جگہ فرمایا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا يَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰٓى اَنۡ يَّكُوۡنُوۡا خَيۡرًا مِّنۡهُمۡ (الحجرات ۴۹:۱۱)

اے ایمان والو! ایک قوم دوسری قوم کو حقیر جان کر ہدف تضحیک نہ بنائے، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو

حدیث پاک ہے

الخلق عيال الله فاحب الخلق الى الله من احسن الى عياله (بیہقی۔ کتاب الایمان)

ترجمہ: "ساری مخلوق اللہ کی عیال ہے اور اللہ سب سے زیادہ محبت کرتا ہے اس سے جو اللہ کی مخلوق کو سب سے زیادہ چاہتا ہے"

☆...... اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے اور اپنے پیروکاروں کو ہر شعبہ زندگی سے متعلق ہر قسم کے رہنما اصول دیتا ہے۔ جبکہ ہندومت نے توہمات، بے مقصد رسم و رواج اور بھوت پریت کی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں دیا۔

☆...... اسلام خدائے وحدہٗ پر ایمان سکھاتا ہے۔ قل هو الله احد کہہ دیں کہ وہ اللہ یکتا ہے۔ اسلام ایک خدا کے حضور سجدہ ریز کر کے در در پہ جھکنے سے بچاتا ہے۔ جبکہ ہندو مذہب ان گنت دیویوں اور دیوتاؤں پر ایمان کو لازم ٹھہرا کر انسانیت کی تذلیل کرتا ہے۔

☆...... ہندومت نے بدکاری و بے حیائی کے سدباب کے لئے کچھ نہیں کیا بلکہ اسے پھیلانے کا سبب بنا ہے۔اس نے نیوگ کا پروگرام متعارف کرایا ہے۔جس نے اخلاقی وروحانی اقدار کا جنازہ نکال کے رکھ دیا ہے۔جبکہ اسلام نے اس کے سدباب کے لئے نہایت جامع پروگرام پیش کیا ہے۔کون نہیں جانتا کہ ہر قسم کی بے حیائی کی ابتداء نامحرم کو دیکھنا ہے۔باقی تمام غیر اخلاقی اور آوارہ کاموں کی جڑ یہی ہے۔اسلام نے اس جڑ کو ہی کاٹ کر پھینک دیا ہے اور وہ یوں کہ کسی نامحرم کی طرف دیکھنے کی اجازت ہی نہیں دیتا۔یونہی اگر کوئی کسی بے حیائی کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کے علاج واصلاح کے لئے مذہب کی گرفت بہت سخت ہے۔اسی طرح ہندوؤں میں ’تریمورتی‘‘ کا تصور بھی موجود ہے جو کہ عیسائیوں کے عقیدہ تثلیث سے مماثلت رکھتا ہے یعنی برہما، شیوا اور وشنو۔بالخصوص آخری دو دیوتاؤں کی پوجا پورے ہندوستان میں زوروں پر ہے۔

☆...... ہندوؤں کا دینی ادب (جیسا تیسا بھی وہ تھا) حوادثِ زمانہ کی زد میں آکر شکلیں بدلتا رہا (جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے) جبکہ ۱۴۰۰ سال سے تاحال مسلمانوں کے قرآن میں زیر زبر کا بھی تغیر نہیں کیا جا سکا۔یونہی بانی اسلام ﷺ کے فرمودات وافعال مبارکہ کا ریکارڈ امت کی رہنمائی کیلئے اصل شکل میں حدیث کی کتابوں میں موجود اور زمانے کی دستبرد سے محفوظ ہے۔

☆...... پھر اسلام میں نبی آخرالزمان ﷺ جیسی بے مثل و بے نظیر اور عظیم الشان کردار کی مالک ہستی اسلام کی عظمت کو چار چاند لگا رہی ہے۔جبکہ ہندومت کے پیشواؤں کا کردار آپ ﷺ کی امت کے ادنیٰ ترین فرد سے بھی کوئی نسبت نہیں رکھتا۔

☆......اسلام جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے اور اس دور کے افراد یا اقوام اسی طرح اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو سکتی ہیں جس طرح ۱۴۰۰ سال پیشتر کی اقوام یا افراد۔جبکہ ہندو مذہب کے دورِ حاضر کے مذہبی پیشوا شرمندگی واحساس کہتری کا شکار ہیں کیونکہ جدید سائنسی دور نے ان کے توہمات کی بنیاد پر استوار کئے گئے عقائد ونظریات کرمسترد کر دیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کے باشعور پیروکار اپنے مذہب سے بیزار اور اس کی گرفت سے آزاد ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

☆......اسلامی تعلیمات قوی التاثیر اور سریع التاثیر ہیں۔جبکہ ہندو تعلیمات میں یہ بات کہاں۔

☆......اسلام عام فہم اور سیدھا سادہ دین ہے۔اس کے عقائد وارکان واضح اور متعین ہیں۔ان میں کوئی ابہام نہیں پایا جاتا۔جبکہ ہندو مذہب کی تو تعریف بھی ممکن نہیں۔ان کے مذہبی قائدین عوام سے کہتے ہیں کہ مذہب سمجھ میں آنے والی چیز نہیں بس چپ چاپ اسکے پیچھے چلو۔

☆...... ہندومت کا کوئی نبی اور رسول نہیں ہے (جیسے عیسائی اور یہودی اقوام انبیاء سے منسلک ہونے کی دعویدار ہیں)۔یہ صرف قومی روایات پر مبنی ہے۔اس کا کوئی بانی بھی نہیں۔جبکہ قرآن کا ارشاد ہے کہ **و کل امة رسول** یعنی ہر قوم کی طرف نبی آئے دین اسلام کے ہادی ورہنما جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔

☆......اسلام میں گائے کو ایک عام جانور کی سی حیثیت دی جاتی ہے۔اس کا گوشت کھانا حلال ہے۔جبکہ ہندو مذہب میں اس کی پوجا ہوتی ہے اور اسے ذبح کرنا بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے۔

☆......اسلام میں بیٹی کو وراثت میں حصہ ملتا ہے۔ہندو مذہب بیٹی کو وراثت میں حصہ نہیں دیتا۔عورتوں استحصال جتنا ہندو مذہب نے کیا، کہیں اور اسکی مثال نہیں ملتی۔

☆......اسلام نے انسانی قربانی کی قطعاً اجازت نہیں دی اور صرف جانور کی قربانی کو جائز قرار دیا ہے۔ہندو مذہب میں انسانی قربانی جائز ہے۔برہما میں اس کا بار بار ذکر آتا ہے۔

☆......اسلام رہبانیت کا شدید مخالف ہے۔’’ **لا رهبانية فى الاسلام** ‘‘۔ہندو مذہب رہبانیت کی تعلیم دیتا ہے۔

[redacted]

پھر نئے ٹیکس کا تازیانہ

﴿محمد احمد ترازی﴾ ==

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوسرے عباسی خلیفہ اُبو جعفر منصور کے دربار میں خلیفہ سمیت تمام درباری بڑے انہماک سے اُس کی گفتگو سن رہے تھے اور راوی مختلف ممالک کے سفر کے دوران پیش آنے والے حالات و واقعات بیان کررہا تھا، وہ کہہ رہا تھا، اَے امیر المومنین..... میں اکثر کام کے سلسلے میں مختلف ممالک کے دورے پر جایا کرتا تھا، ایسے ہی ایک سفر کے دوران جب میں ملک چین پہنچا اور بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ دربار میں افسردگی کا عالم ہے، چین کا بادشاہ بہت غمگین ہے اور زاروقطار رُو رہا ہے، جبکہ اہل دربار بادشاہ کو صبر و سکون کا مشورہ دے رہے ہیں، میں نے صورتحال جاننے کیلئے دربار میں موجود ایک آدمی سے معلوم کیا کہ آخر معاملہ کیا ہے، بادشاہ سلامت کیوں رُو رہے ہیں؟ اُس نے بتایا کہ بادشاہ سلامت کی قوت سماعت چلی گئی ہے اور وہ بہرے ہو چکے ہیں، ابھی درباری کی بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ اچانک بادشاہ نے رُونا بند کردیا اور اپنے درباریوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا، اَے میرے مصاحبوں..... میں اسلئے نہیں رُو رہا کہ میرے اوپر مصیبت آن پڑی ہے اور میں سماعت سے محروم ہو گیا ہوں، بلکہ میں اسلئے رو رہا ہوں کہ جب کوئی مظلوم انصاف کیلئے میرا دروازہ کھٹکھٹائے گا تو میں اُس کی فریاد نہیں سن سکوں گا، لیکن کوئی بات نہیں میں ابھی صرف سننے کی صلاحیت سے محروم ہوا ہوں، میری بصارت تو ابھی باقی ہے اور میری آنکھیں ابھی دیکھ رہی ہیں، پھر اُس نے اپنے وزیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، جاؤ اور جا کر ساری سلطنت میں یہ اعلان کردو کہ آج کے بعد میری مملکت میں سوائے مظلوم کے کوئی اور فرد لال رنگ کے کپڑے نہیں پہنے گا، صرف وہی شخص لال رنگ کے کپڑے پہنے گا جو مظلوم اور فریادی ہوگا تا کہ میں اُسے دیکھ کر پہچان سکوں اور اُس کی دادرسی کرسکوں۔" راوی نے عباسی خلیفہ اُبو جعفر منصور کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، اے امیر المومنین..... اُس دن کے بعد سے جب تک بادشاہ زندہ رہا، چین میں صرف وہی لوگ لال رنگ کے کپڑے پہنتے تھے جو مظلوم ہوتے تھے اور بادشاہ انہیں اِس رنگ کے لباس میں دیکھ کر فوراً اُن کی دادرسی کے احکامات جاری کرتا تھا۔"

قارئین محترم، تاریخ کی کتابوں میں موجود یہ کہانی ایک ایسے دردمند حکمران کی ہے جسے اپنی رعایا کے دکھ درد، تکلیف اور پریشانی کا احساس تھا، جسے اِس بات نے بے چین کیا ہوا تھا کہ قوت سماعت سے محرومی کی وجہ سے وہ مظلوموں کی فریاد نہیں سن سکے گا، اُن کی دادرسی نہیں کر سکے گا، ایک وہ حکمران تھے جو اپنی رعایا کو آرام سکون پہنچانے کیلئے بے چین رہا کرتے تھے، اُن کے مسائل کے حل کیلئے نئے نئے طریقے اور راستے ڈھونڈا کرتے تھے اور ایک یہ حکمران ہیں جو سننے، دیکھنے، سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود اِن صلاحیتوں سے محروم ہیں، جن کانوں تک کسی مظلوم، کسی مسکین، کسی ضرورت مند فریادی کی آہ و بکا نہیں پہنچ پاتی، جن کی آنکھیں نادار اور مفلوک الحال لوگوں کو دیکھنے سے قاصر ہیں اور جن کے فہم وادراک ظلم و جبر کی چکی میں پسے ہوئے عوام کے مسائل اور اُن کے حل سے محروم ہیں، جو اپنے عیش و آرام کی خاطر مظلوم و مفلوک الحال عوام کے مصائب و آلام میں اضافے کیلئے نت نئے طریقے اور بہانے ڈھونڈ کر رعایا پر ظلم و ستم ڈھانے میں مصروف ہیں اور سیلاب کی تباہ کاری اور مہنگائی کے سونامی سے بدحال

عوام پر 80 ارب روپے کے نئے ٹیکسز کا بوجھ لادنے کی تیاری کر رہے ہیں، اِن کو اس بات کی فکر نہیں کہ عوام پر کیا بیت رہی ہے اور وہ کس حال میں زندگی گزار رہے ہیں، مقام حیرت ہے کہ وہ حکومت جو اپنے آپ کو عوام کا ہمدرد اور خیر خواہ کہتی ہے، جس نے روٹی، کپڑا اور مکان کی فراہمی کا نعرہ لگا کر کر اقتدار حاصل کیا، اُسی نے آج غریبوں کے منہ کا نوالہ بھی چھین لیا، اُن کے تن پر کپڑے نہیں رہنے دیے اور مکان کی فراہمی کی تو نوبت ہی نہیں آئی، رہی سہی کسر سیلاب نے پوری کردی کہ مکان، دکان تو کیا بستیوں کی بستیاں بہہ گئیں، فصلیں تباہ و برباد ہوگئیں اور لوگ اپنی زندگی بھر کی جمع پونجی سے محروم ہوگئے، اِس طوفان بلاخیز کے بعد جو بچ رہے ہیں وہ اب مہنگائی کے نئے سیلاب میں ڈوبنے والے ہیں۔

پہلے ہی ملک میں متوسط اور تنخواہ دار طبقہ مہنگائی سے پریشان ہے، ستم ظریفی دیکھئے کہ اب اِسی تنخواہ دار طبقے پر 80 ارب روپے کے (10% فلڈ، 8% سے 15% اربن اور 15% ویلیو ایڈیڈ کی شکل میں) نئے ٹیکس نافذ کرنے اور طاقتور سرمایہ دار اور جاگیر دار طبقوں کو اِن ٹیکسوں سے بچانے کی تیاری کی جارہی ہے، تنخواہ دار اور متوسط طبقے پر مزید نئے ٹیکس عائد کرنے کا واضح مطلب یہ ہے کہ حکمرانوں نے تہیہ کرلیا ہے کہ اِس ملک سے غریبوں کا صفایا کردیا جائے اور انہیں جینے کے حق سے محروم کردیا جائے، حقیقت یہ ہے کہ مہنگائی جب بھی بڑھتی ہے تو اِس کا سب سے زیادہ اثر مزدور اور تنخواہ دار طبقے پر پڑتا ہے، جبکہ سرمایہ دار اشیاء کی قیمتیں بڑھا کر اور مختلف طریقوں سے ٹیکس بچا کر کامیاب ہوجاتے ہیں، بدقسمتی سے آج تک کوئی حکومت ایسی نہیں آئی جو اِن بااثر طبقات سے ٹیکس وصولی کرسکے، یہ سلسلہ آخر کب تک چلتا رہے گا، اب تو غریب کی ہمت بھی جواب دے چکی ہے اور حکومت کے خلاف عوام کے ذہنوں میں شدید نفرت پائی جاتی ہے جبکہ معاشی ناانصافی، مالیاتی ناہمواریاں اور امیر و غریب کا بڑھتا ہوا فرق معاشرے میں بے چینی پیدا کر رہا ہے، جوں جوں یہ فرق بڑھتا جارہا ہے طبقاتی تقسیم اور خلیج بھی گہری ہوتی جارہی ہے، بھوک، غربت، افلاس اور بیروزگاری بڑھنے کے ساتھ جرائم میں بھی اضافہ ہورہا ہے، غربت، بھوک، افلاس اور بیروزگاری سے تنگ آکر خودکشی کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے، چند ماہ قبل ایک غریب اور مقروض رکشہ ڈرائیور نے مالی پریشانیوں اور اشیائے ضروریہ کی قیمتوں میں بے تحاشا اضافے سے تنگ آکر اپنے بچوں سمیت خودکشی کرلی، اِس سے قبل ایک عورت غربت سے تنگ آکر اپنے بچوں سمیت ٹرین تلے کٹ کر مرگئی، میر پور خاص میں تین دن کے فاقوں سے مجبور ٹی بی کی بیمار ماں کا 13 سالہ بچہ دو کلو آٹا چوری کرتا ہوا پکڑا گیا۔

میڈیا رپورٹ کے مطابق پاکستان میں ہر ماہ سیکڑوں لوگ خودکشی کر رہے ہیں، یہ اعداد و شمار انتہائی ہولناک اور دہلا دینے والے ہیں، خودکشیوں کے ریکارڈ اضافے کی یہ خبر کوئی افواہ یا سازش نہیں بلکہ یہ اعداد و شمار پاکستان اور عالمی سطح پر تسلیم کی جانے والی انسانی حقوق نے اکٹھے کئے ہیں، جس کے مطابق جنوری سے ماہ ستمبر کی 15 تاریخ تک ایک ہزار 640 پاکستانیوں نے خودکشیاں کیں، جن میں ایک ہزار 161 مرد اور 479 خواتین شامل ہیں، جولائی کے ماہ میں خودکشیوں کی شرح سب سے زائد رہی اور 264 پاکستانیوں نے حالات سے تنگ آکر اپنی جانیں گنوائیں، جنوری سے ستمبر تک 649 افراد نے خودکشی کی کوشش کی جن میں 423 مرد اور 226 خواتین شامل ہیں، یہ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ پاکستان میں عوام خاص کر غریبوں کے حالات کس حد تک بدتر ہوچکے ہیں، یہ بات انتہائی تشویشناک، فکر انگیز اور غور طلب ہے کہ گذشتہ ماہ جس میں رمضان المبارک اور عید الفطر تھی، خواتین سمیت روزانہ 15 پاکستانیوں نے خودکشیاں کیں، آخر پاکستانی اپنے ہی ہاتھوں اپنی زندگیوں کے چراغ گل کیوں کر رہے ہیں؟ اِس بات کو جاننے کے لئے کسی راکٹ سائنس کا علم ہونا ضروری نہیں بلکہ عام سوچ رکھنے والا فرد بھی یہ جان سکتا ہے کہ پاکستانی خودکشیاں کیوں کر رہے ہیں، سیدھی سی بات ہے کہ گزشتہ تین سالوں کے دوران مہنگائی نے پاکستان کی تاریخ کے تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے ہیں، بے روزگاری کا ایک سیل رواں ہے جو رکنے کا نام نہیں لے رہا ہے، روزمرہ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے غریبوں کے پاس نہ مال ہے اور نہ اسباب، موجودہ حکومت کے اقتدار کے دوران مہنگائی کی خراب ترین صورتحال کے باعث خودکشیوں کے حوالے سے یہ پاکستان کے لئے بدترین سال ہے، انسانی حقوق کے سابق وزیر اقبال حیدر کا کہنا ہے کہ "رواں سال خودکشیوں کے رجحان میں خطرناک اضافے پر انہیں قطعی حیرت نہیں ہے، کیونکہ جس بڑے پیمانے پر لوگوں میں بے بسی کا احساس پایا جاتا ہے، اسے میں بیان نہیں کرسکتا، اِس پر طرہ یہ کہ مہنگائی آسمان کی حدوں کو پار کررہی ہے، ایسے میں پاکستانیوں کے لئے مرنا

زیادہ آسان ہوگیا ہے، انہوں نے اِس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ ماہانہ 20 ہزار روپے بھی کمانے والا آخر کس طرح اپنی زندگی گزار رہا ہے، انہوں نے حکومتی ترجیحات پر شدید اعتراض کیا، کیونکہ وہ بنیادی ضروریات پر ٹیکس لگا رہی ہے، اُن کا کہنا تھا کہ ملک کے اعلیٰ ترین عہدے سے لے کر نیچے تک سب کے سب چور ہیں، سب مل کر اداروں کو لوٹ رہے ہیں۔"

بین الاقوامی پروگرام برائے خوراک کے چیئرمین وولف گینگ کے مطابق پاکستان میں مہنگائی، گرانی اور بڑھتی ہوئی بیروزگاری کے سبب لوگوں کی قوت خرید اِس حد تک کم ہوگئی ہے کہ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد دو وقت کی روٹی خریدنے کے قابل بھی نہیں رہی ہے، سوئس ایجنسی برائے تعاون وترقی کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کی 48.6 فیصد آبادی خوراک کی شدید قلت کا شکار ہے، غربت میں اضافے کی ایک وجہ دہشت گردی کے خلاف جنگ ہے جس پر سالانہ 969 ارب روپے خرچ ہوتے ہیں، پاکستان کے بجٹ کا 22 فیصد دفاع اور 28 فیصد قرضوں کی ادائیگی پر خرچ ہوجاتا ہے، جبکہ حکومت کے غیر ترقیاتی اخراجات اور شاہانہ مسرفات بھی بہت زیادہ ہیں، جس کی وجہ سے ترقیاتی بجٹ کے لیے کم رقم ہی بچتی ہے، ایک جانب یہ کیفیت ہے تو دوسری جانب امیر خاندانوں کے کتوں کی خوراک کی درآمد پر سالانہ 2 کروڑ روپے سے زائد کی رقم خرچ کی جاتی ہے، اِن کتوں کے ماہانہ اخراجات 40 ہزار روپے سے زائد ہیں، اِس سے بڑا المیہ اور کیا ہوگا کہ جس ملک کی 50 فیصد آبادی خوراک کی قلت کا شکار ہو اور جس ملک کا ایک طبقہ کتوں کی پرورش پر سالانہ 5 لاکھ روپے خرچ کردے، خود وزیر خزانہ نے مہنگائی کی بنیادی وجہ زیادہ حکومتی اخراجات کو قرار دیتے ہوئے اور مراعات یافتہ طبقات کی جانب سے ٹیکس ادائیگی میں لیت ولعل پر تاسف کا اظہار کیا ہے، انہوں نے اعتراف کیا کہ گزشتہ 3 برسوں کے دوران مہنگائی میں 44 فیصد اضافہ ہوا، جبکہ حقیقت اِس کے برعکس ہے، موجودہ حکومت کے دور حکومت میں مہنگائی نے اپنے تمام سابقہ ریکارڈ توڑ دیئے ہیں، غیر ملکی قرضوں کا بوجھ 55 ارب ڈالر سے تجاوز کر چکا ہے، جبکہ اِن تین برسوں کے دوران 50 ارب 85 کروڑ 40 لاکھ کے قرضے معاف کیے گئے ہیں، ملکی معیشت کے حوالے سے وزیر خزانہ کا بیان ریکارڈ پر موجود ہے کہ دو مہینوں کے بعد تنخواہوں کیلئے رقم نہیں ہوگی، ایک طرف یہ حال ہے کہ خزانہ خالی ہے، دوسری طرف وہ نظام حکومت جو صرف بیس وزراء سے چلایا جاسکتا ہے، وہاں وزیروں، مشیروں اور پارلیمانی سیکرٹریوں کی فوج ظفر موج سرکاری خزانے پر عیش کررہی ہے اور حکومت کے اللّے تللّوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہو رہی، دوسری طرف عوام کی حالت یہ ہے کہ وہ دو وقت کی روٹی کیلئے ترس رہی ہے، اِس کے باوجود بھی یہ دعوے کیے جارہے ہیں کہ عوام کی خدمت کی جارہی ہے، جبکہ عوام گذشتہ دور حکومت سے بھی بدتر حالات میں زندگی کرنے پر مجبور ہیں، لیکن حکومتی حلقوں میں چین کی بانسری بجائی جارہی ہے اور "ایسا کرینگے، ویسا کرینگے" کے لولی پوپ سے عوام کو بہلانے کی کوشش کی جارہی ہے، اصل معاملہ یہ ہے کہ حکومت کو عوامی مسائل کے حل سے زیادہ این آر او کیسز اور اٹھارویں ترمیم سے دلچسپی ہے۔

اَمر واقعہ یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک کی مانیٹری پالیسی کے اعلان فلڈ اور ویلیو ایڈیڈ ٹیکس نافذ کرنے اور امریکہ کی طرف سے اُمرا پر ٹیکس لگانے کے مطالبہ کے بعد جو صورتحال نظر آرہی ہے، اُس کو دیکھتے ہوئے یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اگر ملک کی گرتی ہوئی معیشت کو سہارا دینے کیلئے بروقت اقدامات نہیں کیے گئے، تو مہنگائی کا طوفان تو آئے گا ہی آئے گا لیکن اِس مہنگائی کے بعد عوامی سطح پر نفرت کا جو طوفان سامنے آئے گا اُسے روکنا کسی کے بس کی بات نہیں ہوگی، موجودہ حکومت سے عوام کی توقعات اِس لئے زیادہ تھیں کہ یہ ایک ایسی جماعت کی حکومت ہے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ عوام اور غریبوں کی جماعت ہے اور جس کا نعرہ ہی روٹی، کپڑا اور مکان ہے، لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ موجودہ حکومت نے اپنے نعرے کو سچ ثابت کرنے کیلئے جس قسم کے اقدامات کرنے تھے وہ نہیں کیے اور ایسے حالات پیدا ہوچکے ہیں کہ عوام تو پہلے ہی چیخ رہے تھے، اب عالمی سطح پر بھی پاکستان کی گرتی ہوئی معیشت، بدانتظامی اور کرپشن کی روک تھام میں ناکامی پر تشویش بھی پائی جاتی ہے، اِن حالات میں ضرورت اِس اَمر کی ہے کہ حکومت ہنگامی بنیادوں پر سیاسی جماعتوں اور ماہر معاشیات کا اجلاس بلا کر ایسی دوررس پالیسیاں مرتب کرے، جس سے ہوشربا مہنگائی پر قابو پایا جاسکے اور غریب عوام کو با آسانی دو وقت کی روٹی میسر آسکے، اگر اب بھی حکومت نے عوام کی حالت زار کا تدارک نہ کیا اور مہنگائی کے سیلاب پر قابو نہ پایا تو وہ دن دور نہیں جب یہ سیلاب حکومت کو خس خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا۔

حضور مفکّرِ اسلام اور فیضِ ملت علیہما الرحمہ

(سعید محمد عامر آسوی حسینی نقشبندی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس سگ بارگاہ کو ایک عرصہ اپنے شیخ کامل، محسن و مربی، شمس العارفین، بدر الکاملین حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضری کا شرف حاصل رہا ہے اور اسے یہ کہنے میں ہر گز باک نہیں کہ فخر المحدثین، شیخ المفسرین، راس المحققین فیض ملت حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ وہ شخصیت ہیں جن کا ذکر میرے حضور نہایت والہانہ انداز محبت سے فرمایا کرتے تھے۔ ادھر حضرت فیض ملت بھی آپ سے گہری الفت و محبت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اول الذکر نے اس دہر ناپائیدار میں چند روزہ زندگی کے ایام جس حسن احتیاط و تقویٰ سے گذارے وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ اصل عقائد اسلامیہ کی ترویج و اشاعت، ملت اسلامیہ کی بیداری اور شریعت و طریقت کے انوار اندرون و بیرون ملک پھیلانے میں آپ کی کامیاب کاوشیں لائق صد تحسین و آفرین ہیں۔ جبکہ مؤخر الذکر کشور علم و فضل کا تاجدار تھا۔ ایک زمانہ فیض ملت کی فیض نگاہ سے مسحور و مخمور ہے۔ میرے حضور جب آپ کی تبلیغی مساعی کا ذکر فرماتے تو یہ بھی ارشاد فرماتے کہ اگر علامہ اویسی صاحب بہاولپور میں سکونت اختیار فرما کر سنیت کے فروغ کیلئے اپنا کردار ادا نہ کرتے تو آج بدعقیدگی کا عفریت پورے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہوتا۔ یعنی بالخصوص شہر بہاولپور میں سنیت حضرت فیض ملت کی بدولت مستحکم ہوئی۔

ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کی آغاز اور محبت کا ذکر حضرت فیض ملت کی زبانی سنئے۔ (مگر اس تناظر میں کہ جب فیض ملت نے 1952ء میں محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ سے سند فراغت علمی حاصل کی تو تبلیغی میدان میں ایک تکلیف دہ اور پرخطر دور کا آغاز ہوا۔ حامد آباد ضلع رحیم یار خان میں مدرسہ منبع الفیوض کی بنیاد رکھنے، 1959ء میں شاہدرہ، بہاولپور اور پھر ۱۹۶۳ء میں مسجد کوثر (بہاولپور) ڈیرہ جمانے کے بعد ۱۹۶۵ء تک مصائب کا آپ نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اب آگے کی سنئے:

"1965ء میں ایک مرد مومن سیالکوٹ شکر گڑھ سے نور پور کے ہائی سکول میں وارد ہوا۔ یہ قصبہ زہریلے دیوبندیوں کا مرکز تھا۔ لیکن اس مرد مولیٰ کی کرامت تھی کہ تھوڑے عرصہ میں اسکول کے اکثر طلبہ کے ذہنوں کی کایا پلٹ دی اور مسلک حق اہلسنت کے جانباز سپاہی بن گئے۔ انہوں (طلبہ) نے اس مرد مولیٰ سے فقیر کا تعارف کرایا ہوگا۔ یہ فقیر مسجد کوثر کے حجرہ میں محو تدریس تھا کہ ایک بندہ خدا مع متشرع نوجوانوں کی فوج حجرہ کے کونے میں بیٹھ گئے۔ فقیر نے درس سے فارغ ہو کر ان سے ملاقات کا شرف پا کر تعارف کیلئے عرض کیا۔ آپ کے رفقا نے کہا یہ حضرت پروفیسر علامہ محمد حسین آسیؔ صاحب ہیں۔ نور پور کے ہائی سکول کے پروفیسر ہیں۔ بس آپ کا ہم نے تعارف کرایا تو ملنے آئے ہیں۔ بادشاہ حبیب خدا ﷺ کے فرمان الارواح جنود مجندہ اذا تعارف اسلف واذا تنا کر اختلف (بخاری) کی رو سے عالم ارواح تعارف سے اب ہم دونوں یکجان دو قالب تھے۔ اب کے بعد انہوں نے نور پور (قصبہ) میں اقامت کے بجائے بہاولپور فقیر کے حجرہ (مدرسہ جامعہ اویسیہ) کو اقامتگاہ بنالیا۔ نور پور میں ڈیوٹی سے فراغت پا کر فقیر کے ہاں رہنے کا معمول بنالیا۔ جب ہم دونوں اکٹھے رہنے سہنے لگے تو بھلے لگتے تھے۔ انہیں بھی فقیر کی رفاقت ایسی بھا گئی کہ جدائی گوارہ نہ تھی۔

یہاں تک کہ فقیر کو حامد آباد والدین کی زیارت کی سعادت اور بچوں کی خبر گیری کیلئے جانا ہوتا تو ساتھ چل پڑتے حالانکہ ہمارے مسکن حامد آباد تک پہنچنا سخت مشکل تھا۔ چونکہ یہاں بہاولپور میں فقیر کئی مشکلات میں گھرا ہوا تھا۔ اعلیٰحضرت امام اہلسنت شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے اس شعر کا مصداق تھا

اک طرف اعدائے دیں اک طرف ہیں حاسدیں

بندہ ہے تنہا شاہا تم پر کروڑوں درود

لیکن الحمدللہ فقیر کو علامہ آسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت سے بہت بڑا سہارا ملا۔ ایک سنی عالم نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھرے مجمع میں گستاخی کر ڈالی۔ فقیر نے اسی مجمع میں اسے خوب ذلیل کیا۔ اس پر بعض سنی اس مولوی کی وجہ سے میرے ساتھ نہ صرف بغض و عداوت رکھنے لگے بلکہ جانی دشمن بن گئے۔ وہ مجھے دیوبندیوں سے کئی گنا زیادہ تکالیف دے رہے تھے حالانکہ اس وقت فقیر قابلِ رحم تھا۔ مدرسہ چلانے میں دشواریاں کھڑی کرنے کے درپے ہو گئے۔ وہ حضرت غزالئ زماں قدس سرہٗ کی بات مانتے تھے۔ علامہ آسی صاحب اسی دوران شکرگڑھ، سیالکوٹ واپس جا چکے تھے۔ جب فقیر کا معاملہ سنا تو فوراً غزالی زماں قدس سرہ کو عریضہ بھیجا کہ آپ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنا موقف بیان کر کے اویسی (صاحب) کو ستانے والوں کو سمجھائیں۔ غزالی زماں قدس سرہ نے انہیں جواب بھجوایا کہ الحمدللہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں میرا وہی موقف ہے جو امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا ہے اور آپ نے ان شر پسند لوگوں کو نہ صرف سمجھا بلکہ سخت سرزنش فرمائی۔

اگرچہ علامہ آسی صاحب واپس چلے گئے لیکن ان کا دل فقیر کے ساتھ تھا آپ نجی محفلوں اور دوستوں اور رفقاء میں باہمی گفتگو سے فقیر کو خوب یاد فرماتے۔ فقیر کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت کے متعلق طویل نظم لکھ کر بھیجی جس میں جامعہ اویسیہ رضویہ کی علمی خدمات کے ساتھ ان فضلاء کے اسماء مع ان کے القابات تھے۔ اسے ماہنامہ سواد اعظم لاہور نے شائع کیا۔ اور فقیر نے اپنے سلسلہ اویسیہ کے مشائخ کیلئے اشعار کی گذارش کی تو بہترین اشعار لکھ کر فقیر کو بھیجے۔ جنہیں فقیر نے اپنے سلسلہ اویسیہ قادریہ رضویہ کی زینت بنا رکھا ہے۔''

﴿اس دور محبت واخوت کے چند اہم واقعات ومشاہدات نذر قارئین ہیں﴾

☆...... حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ جب واپس تشریف لے گئے تو نور پور کے تلامذہ وفورِ محبت سے سال میں کم از کم ایک مرتبہ آپ کو ضرور دعوت دیتے۔ آپ ان کی درخواست پر ان کے ہاں تشریف لے جاتے مگر پہلے حضرت فیض ملت سے ملاقات ہوتی۔ ازاں بعد کسی اور کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرماتے۔

☆...... بہاولپور کے علاوہ قریب کے اضلاع میں بھی مذہبی تقریبات میں اکٹھے شمولیت ہوتی۔ حضور مفکر اسلام بمعہ حلقہ مریدین وتلامذہ ان پروگرامز میں شرکت فرماتے۔ گوجرانوالہ الحاج حافظ محمد عبدالوحید صاحب سالانہ محفل نعت کیلئے بلواتے۔ ایک مرتبہ حضرت فیض ملت چند لمحات محفل میں گذار کر واپس آ کر سو گئے۔ محفل کے اختتام پر تمام مہمانان گرامی چلے گئے لیکن حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ہم تو اویسی صاحب کو ملے بغیر نہیں جائیں گے۔ بہرحال شب بسر کی اور انہیں جگایا بھی نہیں، صبح کی نماز کیلئے فیض ملت مسجد میں آئے تو بعد سلام نظر حضور مفکر اسلام پر پڑی۔ مختصر دعا کے بعد اٹھ کر معانقہ ومصافحہ کیا۔ چند امور پر گفتگو ہوئی اور پھر حضور چلے گئے۔

☆...... کامونکی ضلع گوجرانوالہ میں علامہ الحاج محمد امجد چشتی صاحب نے ایک ہفتہ تربیتی کورس کا پروگرام بنایا۔ اس میں عوام کی کثیر تعداد شریک ہوتی۔ حضرت فیض ملت کے لیکچرز ہوتے۔ ایک دن اچانک حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ اپنے فاضل ترین تلامذہ کے ساتھ رونق افروز ہوئے۔ فارغ ہوتے ہی دونوں ایک دوسرے کی طرف تیزی سے بڑھے اور والہانہ معانقہ کیا۔ باہمی محبت کے اس انداز پر دلوں میں مخفی الفت کے جذبات کو بھی

حاضرین نے محسوس کیا۔

☆...... حضور مفکر اسلام کو حضرت فیض ملت کی تحریر و تحقیق پر بڑا اعتماد تھا۔ چنانچہ آپ نے ایسے درجنوں موضوعات پر آپ سے لکھنے کو کہا جن کی فی زمانہ اشد ضرورت تھی۔ مثلاً قیوم زمانی حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض صاحبان نے ہرزہ سرائی کی کہ انہیں مجدد الف ثانی کہنا مناسب نہیں۔ حضور نے دیگر تصانیف میں مشغولیت کے سبب حضرت فیض ملت سے اس موضوع پر لکھنے کو کہا۔ چنانچہ آپ نے 'لقب مجدد الف ثانی (رضی اللہ عنہ)' تحریر کی جسے حضور مفکر اسلام نے چھپوایا۔

☆...... تاجدار ولایت حضور نقش لاثانی علیہ الرحمہ نے جب ۱۹۸۶ء میں ماہنامہ 'انوار لاثانی' کا اجرا فرمایا تو حضرت فیض ملت نے حضور مفکر اسلام کے کہنے پر ہی مضامین مرتب کر کے اس ماہنامہ کیلئے بھیجے۔ جب حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے ماہنامہ ''الحقیقہ'' کا اجراء فرمایا تو حضرت فیض ملت سے قیمتی تحاریر لے کر اس رسالے کی زینت بنایا۔

☆...... حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ سیالکوٹ کالج کے سالنامہ کے منتظم اعلیٰ تھے۔ ایک سالنامہ کے لئے حضرت فیض ملت سے مضمون لکھوا کر حضور نے اس میں شائع کیا اور تعریف بھی فرمائی۔

☆...... پھر ایک طویل عرصہ ملاقات میں تعطل رہا۔ غالباً ۲۰۰۵ء میں حضرت فیض ملت درس قرآن کیلئے نارووال تشریف لائے جو کہ آستانہ عالیہ حضور مفکر اسلام سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہاں آپ کی طبع مبارک سخت ناساز ہوگئی۔ جبکہ حضور مفکر اسلام طویل علالت کے باعث پہلے ہی سے صاحب فراش تھے۔ دونوں مقدس شخصیات کو زیارت و ملاقات نہ ہونے کا ملال رہا۔ تاہم علامہ غلام مصطفیٰ مجددی صاحب کے توسط سے ایک دوسرے کیلئے نیک جذبات اور دعاؤں کا اظہار کیا۔

☆...... حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کے سانحۂ وصال (۱۸ اگست ۲۰۰۶ء) سے پہلے چند منٹ فون پر حضرت فیض ملت علیہ الرحمہ نے خیریت دریافت کی اور جب سانحے کی اطلاع ملی آپ کو سخت رنج ہوا۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور بلاارادہ یہ شعر زبان پر جاری ہوگئے۔

حریفاں بادہا خوردند و رفتند تہی خمخانہا کردند و رفتند

☆...... حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضرت فیض ملت علیہ الرحمہ نے آپ کی یاد میں مضامین لکھے۔ ایک مضمون ''حضرت پروفیسر محمد حسین آسی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں'' ماہنامہ ''الحقیقہ'' میں ستمبر 2006ء کے شمارے میں شائع ہوا۔

☆...... حضرت فیض ملت علیہ الرحمہ کے وصال ۲۶ اگست ۲۰۱۰ء پر متعلقین و مریدین بالخصوص سجادہ نشین درگاہ حضور مفکر اسلام حضرت صاحبزادہ محمد عطاالحق آسوی حسینی نقشبندی نے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ مسجد و مدرسہ میں نیز متعدد محافل میں ان کی بلندی درجات اور انکی اولاد و متوسلین کیلئے صبر کی دعا فرمائی۔ ان کیلئے قرآن خوانی کا اہتمام بھی کیا گیا۔

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ اور حضرت فیض ملت علیہ الرحمہ میں یہ قدر بھی مشترک ہے کہ دونوں کا وصال ماہ اگست میں ہوا۔ اللہ ان پر اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل بے حد و بے حساب رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے صدقے عالم اسلام کا بول بالا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

بخدمت اقدس ابن مفسر اعظم

''حضرت العلام جناب محمد فیاض احمد اویسی رضوی قادری''

یہ امر نہایت طمانیت اور فرحت وانبساط کا سبب ہے کہ ادارۂ فیض عالم ''مفسر اعظم پاکستان نمبر'' شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یقیناً فخر المحدثین، شیخ المفسرین، راس المحققین، صاحب تصانیف کثیرہ وشہیرہ، فیض ملت حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ ایسی شخصیت ہیں، جن کی فکر وعمل کے نقوش غلامان رسول کیلئے مشعل راہ ہیں۔ آستانہ عالیہ حضور مفکر اسلام (علیہ الرحمۃ) کی طرف سے اس کار خیر پر آپ کو ہدیہ تبریک پیش کیا جاتا ہے۔ آپ کے فرمان عالیشان پر ایک تحریر پیش خدمت ہے۔ ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کوئی امر مانع نہیں کہ گوناگوں مصروفیات کے سبب حق ادا نہیں کیا جاسکا تاہم آپ کے حکم کی تعمیل کیلئے ایک حقیر سی کوشش ضرور کی گئی ہے۔ امید ہے کہ کوتاہیوں کو معاف فرمائیں گے۔

والسلام

محمد عطاالحق آسوی نقشبندی قادری

۲۳ ذیقعد ۱۴۳۱ھ بمطابق یکم نومبر 2010

توہین رسالت کی ملزمہ کو معافی دیکر

ملک وقوم میں آگ لگانے کا بندوبست نہ کیا جائے۔

حاجی اخلاق احمد ایڈووکیٹ (شکر گڑھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام امن ومحبت کا درس دیتا ہے اور کسی بھی مذہب کی توہین کو گناہ سمجھتا ہے۔ اقلیتوں کے حقوق کا پورا پورا تحفظ کیا جاتا ہے اور پاکستان میں اقلیتی قبیلے امن وسکون کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کوئی شخص توہین رسالت کا مرتکب ہو تو ہم بے غیرتوں کی طرح اس کا تحفظ کریں۔ شمع رسالت کے پروانوں سے ملک بھرا پڑا ہے۔ یہ پروانے کسی صورت بھی ایسے شخص کو معاف نہیں کریں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ راج پال ہندو گستاخی رسول کا مرتکب ہوا تو شمع رسالت کا ایک عظیم پروانہ غازی علم الدین شہید اس کو ختم کر کے ہمیشہ کی زندگی پا گیا۔

اب ننکانہ کی ایک عیسائی عورت آسیہ بلکہ (عاصیہ) توہین رسالت کی مرتکب ہوئی ہے۔ ابتدائی عدالت نے شہادتیں قلمبند کرنے کے بعد اس کو سزائے موت کا حکم دیا ہے۔ ابھی اس کے یا اس کی بے گناہی ثابت کرنے کیلئے عدالت عالیہ وعدالت عظمٰی کے فورم موجود ہیں مگر ہماری غیرت سے عاری حکومت کے بااثر لوگ اس کو بچانے کیلئے دوڑ پڑے ہیں۔

این جی اوز کی جانی پہچانی شخصیات عاصمہ جہانگیر جس کو جیالوں نے سپریم کورٹ کا صدر چن لیا ہے اس نے بھی بیان دیا ہے کہ توہین رسالت کی سزا موت ختم ہونی چاہئے۔ ہم لوگ حکومت کی ہر تکلیف برداشت کرتے چلے آرہے ہیں۔ مگر توہین رسالت کے قانون میں سزا موت کو ختم نہیں ہونے دیں گے اور نہ ہی ماورائے عدالت آسیہ کی معافی کو کسی صورت برداشت کریں گے۔ اگر حکمرانوں نے ایسا کوئی قدم اٹھایا تو وہ یہ بھی سوچ لیں کہ وہ اس طرح پورے ملک میں مذہبی آگ لگا رہے ہیں جو ملک کیلئے کسی طرح بھی سودمند نہ ہے۔ لہٰذا ہماری گذارش ہے کہ حکمران ہوش کے ناخن لیں۔ جس کا کھاتے ہیں اسی کی توہین بھی برداشت کرتے ہیں۔ سوچنا ہوگا ہماری غیرت کا کیا حال ہے۔

............☆☆☆............

گلہائے عقیدت

(بحضور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسن ازل کا جلوہ ہے چہرہ حسین کا
نور خدا کا سایہ سراپا حسین کا

محبوب کردگار کے محبوب ہیں حسین
سچ پوچھئے تو حسن ہے یکتا حسین کا

کھلتے رہیں گے تا بہ ابد معرفت کے پھول
ابر کرم جو ریت پہ برسا حسین کا

طیبہ سے کربلا کا سفر کہہ رہا ہے یہ
حل و حرم حسین کے ، مولا حسین کا

اسلام جی رہا ہے سہارے حسین کے
اس کی رگوں میں خون ہے بہتا حسین کا

اے دشت نینوا تری قسمت پہ میں فدا
ہاں تو کجا، کجا بھلا ڈیرا حسین کا

کرب و بلا میں نکھری ہے توحید اور بھی
سونے پہ پھر گیا ہے سوہاگہ حسین کا

سر پہ خدا ہے، دل میں نبیؐ ساتھ مرتضیٰ
پھر کیا بگاڑ سکتے ہیں اعداء حسین کا

کر لیں جو کرنا چاہیں یزیدان عصر نو
میری زباں پہ ورد ہے اب ''یا حسین'' کا

کس چیز کی کمی ہے سوا موت کے یہاں
آب حیات گویا ہے چشمہ حسین کا

آسی کا یارو اوج مقدر تو دیکھنا
طالب علی حسین کا منگتا حسین کا

(حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ)

Monthly **AL-HAQIQA** December 2010
Reg.No. C.P.L.169